قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد

الحمد للہ والمنۃ

رسالہ نافعہ مشتمل بر تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود مسمّٰے

التوحید

سنہ ۱۳۸۱ھ

1961

مصنفہ

صاحب الفضل و الکمال مقبول بارگاہ ذی الجلال شریعت آگاہ حقیقت دستگاہ
حضرت مولانا محمد عبد اللہ شاہ الجلال آبادی ثم الکرنالی قدس اللہ سرہ

حسب الارشاد زبدۃ الاصفیا عمدۃ الاتقیا حضرت الحاج الشاہ مولا بخش خلیفہ
اعظم حضرت ممدوح عمت فیوضہم و صاحبزادہ ذی شان جناب حکیم ظہور الدین صاحب
زید مجدہم ابن مولانا الممدوح

بار دوم
بسعی الفقیر نظام الدین دار الضیف مطبع فریدی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الرّحیم الغفور المعبود ۔ الحیّ القیّوم الموجود المشھود ۔
بدیع السمٰوٰت والارض ۔ لا الٰہ الا ھو الواجب الوجود ۔ ھو الاوّل
الازلیّ ۔ والاٰخر الابدیّ ۔ الظاھر بصفاتہ ۔ الباطن فی ذاتہ ۔ المحتجب
بجلالہ وجمالہ ۔ المتفرد بنوالہ وکمالہ ۔ فسبحان من لا یتغیّر
بذاتہ ولا بصفاتہ ولا فی اسمآئہ بحدوث الاکوان ولا یتّحد معہ
احدٌ ولا تتّحد صفاتُ احدٍ مع صفاتہ ۔ ولا افعال احدٍ مع افعالہ ۔
والصّلوٰۃ والسّلام علی من بعثہ اللہ الی کآفۃ الامم بالھدیٰ ودین
الحقّ والطّریق الامم ۔ واوتی لوامع الجمل وجوامع الکلم ۔ فاوضح مسالک
الدّین ومعالم التّوحید ۔ وحضض الانام علی معرفۃ اللہ سبحانہ ذاتہ
بصفاتہ والتمجید ۔ فاصبحت علی بلج الجبین ، وثلج الیقین وعلی اٰلہ و
اصحابہ الذین کانوا یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم ویتفکرون
فی خلق السّمٰوٰت والارض ، عباد الرّحمٰن الذین اذا رءوا ذکر اللہ اولٓئک
حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۔ ولا خوف علیھم ولا ھم
یحزنون ۔ **اما بعد** مسئلہ توحید ان اعظم مسائل میں سے ہے جن پر اسلام بلکہ اسلام سے
پہلے کے تمام ادیان حقہ کا مدار ہے ۔ اسلام کے قصر رفیع کی بنیاد اسی پر ہے ۔ بغیر اسکی
صحت کے نجات ممکن نہیں ۔ توحید کا اجمالی عنوان ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ مفہوم

اپنے اجمال کے درجہ میں باوجود مکمل ہونے کے افادہ کے لئے ضروری تفصیلات کا محتاج تھا جو مشکوۃ نبوت کے انوار سے روشنی میں آئیں کما قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ اس لئے تکمیل توحید بغیر محمدٌ رسول اللہ کے منضم کیے ممکن نہیں کہ یہ ذات اقدس ان تفصیلات ضروریہ کا سرچشمہ بنی۔ اس لئے کلمہ طیبہ مع اپنے ہر دو اجزاء لا الہ الا اللہ ومحمدٌ رسول اللہ کے اساس اسلام اور افضل الذکر قرار پایا۔ جو کچھ تفصیلات تبلیغ عامہ کے تحت میں ارشاد فرمادی گئیں (مثلاً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی قدیر نہیں کوئی حیات بخشنے والا نہیں کوئی حیات سلب کرنیوالا نہیں وغیرہ وغیرہ) ثبوت اسلام کے لئے کافی ہیں۔ البتہ کمال اسلام اور کمال ایمان سلوک الی اللہ سے حاصل ہوتا ہے جس کے بعد توحید کے دقائق مشہود ہوتے ہیں۔ توحید کے خاص مدارج ہیں جس قدر خلوص مع اللہ میں اضافہ ہوگا ان میں ترقی ہوگی اور کمال ایمانی بالاتر ہوگا۔ لیکن عوام کو بوجہ عموم رحمت اس پر مامور و مکلف نہیں کیا گیا۔ عارفین نے توحید کی تعریف اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے مختلف کی ہیں ان میں سے نہایت جامع الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں آپ سے ایک شخص نے توحید کی حقیقت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اَلتَّوْحِیْدُ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ مَا خَطَرَ بِبَالِكَ اَوْ تَوَھَّمْتَہٗ فِیْ خَیَالِكَ اَوْ تَصَوَّرْتَہٗ فِیْ حَالٍ مِّنْ اَحْوَالِكَ فَاللّٰہُ تَعَالٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ یعنی توحید یہ ہے کہ تو یہ جانے کہ جو کچھ (حق تعالیٰ کی ذات یا صفات وافعال کا مرتبہ تیرے) دل میں پیدا ہو یا تو اپنے خیال میں اس کو متوہم کرے یا اپنے حالات میں سے کسی حال کے لحاظ سے اس کا تصور کرے تو حق تعالیٰ کو تو ان سب سے بلند و برتر اور آگے سمجھے۔ توحید کی تین انواع ہیں۔ توحید فی الذات۔ توحید فی الصفات۔ توحید فی الافعال یہ سب پر حاوی ہے۔

بلحاظ معرفت وحقیقت وجود توحید کے بلند ترین معیار پر پہنچکر اکابر سلف رحمۃ اللہ

علیہم اجمعین اپنے اپنے وجدان کے لحاظ سے مختلف ہوگئے۔ بعض وحدۃ الوجود کے قائل ہوئے اور بعض وحدۃ الشہود کے۔ قائلین وحدۃ الوجود کے سرگروہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ سے پہلے بزرگوں نے اس بارہ میں اشارات وکنایات سے کام لیا۔ اگر تصریحاً بھی کچھ فرمایا تو مجمل طور پر۔ آپ پہلے شخص ہیں کہ اس بارے میں مشرح وموجہ طور پر ابواب وفصول سے مرتب کرکے آپ نے اس مسلک کی وضاحت فرمائی۔ اور قائلین وحدۃ الشہود کے سرخیل حضرت امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ آپ نے حضرت شیخ اکبر کے دلائل کے جوابات دیئے اور وحدت الشہود کو ثابت کیا ہے۔

ان ہر دو مسائل یعنی وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا مفہوم دقیق ہے جو اس رسالہ کے بغور مطالعہ سے واضح ہوسکتا ہے۔ ہر دو بزرگوں کا صحیح مفہوم سمجھانے کیلئے اب سے تقریباً بارہ سال پیشتر یہ رسالہ تصنیف ہوا جو حضرت مولانا ومقتدانا سراج السالکین سند العارفین مقدام المحققین العلماء، امام المتقین شریعت آگاہ حقیقت دستگاہ مولانا الغوث محمد عبد اللہ شاہ رح جلال آبادی ثم الکرنالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ العزیز کے کمالات علمی کا ایک مظہر ہے جس میں آپ نے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے دقیق عربی کلام کو عام فہم سلیس اردو میں مشرح فرمایا اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون وحدۃ الشہود کا ترجمہ اور شرح فرمائی جس میں شیخ اکبر کے دلائل کے جوابات بھی مسطور ہیں۔ یہ رسالہ نادر زیو طبع سے آراستہ نہ ہوا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور یہ حضرت کی آخری تصنیف بعض عوارض کی بناء پر طبع نہ ہوسکی تھی۔ اس ہیچمیرز وعاجز کی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی اور نمونہ سلف صالحین۔ عمدۃ الاصفیا، الکاملین حضرت حاجی مولا بخش صاحب ادام اللہ ظلہم علیٰ رؤس المستفیدین کے مبارک قدموں میں کمترین کو ڈالدیا۔ اگرچہ یہ آلودہ معاصی اس قابل نہ تھا کہ ایسے مقبولین بارگاہ کے زمرۂ خدام میں شامل ہوسکے مگر الطاف عامہ بروئے کار ہوئیں اور اس ناکارہ کو شرفِ خادمیت سے محروم نہ فرمایا گیا

اور مزید کرم یہ ہوا کہ اس رسالۂ مکرمہ کے انصرام کی خدمت سے بھی مشرف فرمایا گیا
شاید اس کی تاخیر طباعت میں یہ حکمت الٰہی مضمر ہو کہ اس گنہگار پر اس خدمت کو اسکے
ازالۂ شقاوت کے لئے سبب بنا کر موقوف رکھا گیا ہو۔ بہر کیف بطور امتثالِ امر باوجود
نااہلیت یہ خادم اس کے لئے تیار ہو گیا واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ مناسب معلوم ہوا کہ
اصل مضمون سے قبل صاحب مضمون کے احوال کرامت اشتمال بطور ترجمۃ المصنف بقدر
وسعت مقام نظر افروز ناظرین کر دیئے جائیں تاکہ موجب ازدیاد بصیرت ہو۔ لیکن
حضرت مولانا ممدوح الصدر رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کے حالات و کمالات علمی و عملی
ایسے مختصر نہیں ہیں جو ان چند سطور میں آجائیں۔ اُن کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب
بطور سوانح تحریر کرنے کی ضرورت ہے جس کی تکمیل اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق پر موقوف
ہے یہاں بطور ایجاز و اختصار صرف اسقدر حالات تحریر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے جو مصنف
علاّمہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرنے کے لئے کافی ہو جائیں۔
فنقول و نتوکل علی اللہ و نستعین بہٖ۔

منبع اسرار الٰہی مطلع انوار نامتناہی مقبول بارگاہ حضرت شیخنا و مولانا محمد عبداللہ شاہ
نوّر اللہ مثواہ و طاب ثراہ یگانہ روزگار کامل و مکمل برگزیدگان ربانی و مقبولان رحمانی میں سے
تھے۔ ایسے نادر وجود ہر زمانہ میں نہیں ہوتے۔ آپ ع در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
کے صحیح مظہر تھے۔ وطن آبائی آپ کا جلال آباد ضلع مظفر نگر تھا من بعد بارشادِ شیخؒ کرنال قیام
فرمایا جو وطن ثانی ہوا۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی ہر دو میں ید طُولےٰ عطا
فرمایا تھا۔ علم ظاہری کے لحاظ سے ایک متبحر عالم تھے۔ کمالات باطنیہ آنحضرت کے نہ صرف اس
عاجز و قاصر کے بلکہ بڑے بڑے صاحبان بصیرت کی حد نظر سے بالاتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
مرتبہ غوثیت عطا فرمایا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتساب علوم شرعیہ مختلف مقامات سے کیا۔

آپ نے کافیہ تک کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمائی مولانا مرحوم ایک باخدا اور متشرع عالم اور مشہور بزرگ تھے۔ جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ کے بعض حالات کا تذکرہ موصوف نے اپنے بعض مضامین میں فرمایا ہے۔ بڑی کتابوں میں مولانا کے ساتھی اور ہم سبق بھی رہے ہیں فیمابین نہایت مخلصانہ روابط تھے۔ علوم منطق و فلسفہ آپ نے مراد آباد میں اس فن کے متبحر علماء سے حاصل کیا۔ ۱۲۸۳ھ میں دیوبند ضلع سہارنپور میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم ہوا۔ یہ زمانہ آپ کے اکتساب علم کا تھا۔ آپ بھی یہاں داخل ہو گئے اور تین سال تک یعنی ۱۲۸۳ھ سے ۱۲۸۵ھ تک یہاں کے فقید المثال بزرگوں سے علمی فیوض حاصل فرماتے رہے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بھی اس مبارک مرکز علوم دینیہ میں تعلیم پاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید احمد صاحب رح وغیرہما آپ کے شفیق اساتذہ میں سے تھے۔ نحو۔ بلاغت۔ ادب۔ منطق حکمت۔ کلام۔ اصول۔ فقہ۔ حدیث کی بہت سی کتابیں یہاں پڑھیں اور دیگر علوم اور مقامات میں دیگر اساتذہ باکمال سے حاصل فرمائے۔ تکمیل حدیث حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ نیز حضرت مولانا قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ۱۲۸۷ھ میں بعض کتب احادیث پڑھ کر سند حاصل فرمائی۔ نیز سند مصافحہ بھی مولانا موصوف کی طرف سے عطا ہوئی۔ بوجہ تنگی مقام اُس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

ابی ہرمز فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بغرض عیادت حاضر ہوئے تھے اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے میں نے کبھی کوئی ریشم یا حریر بھی آپ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں پایا"۔ میں نے حضرت انس ابن مالک رض سے عرض کیا کہ جن ہاتھوں سے آپ نے حضور ص سے مصافحہ کیا ہے ہم سے بھی کیجئے۔ تو اُنھوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔ اسی طرح سے دوسرے راوی نے ابی ہرمز سے

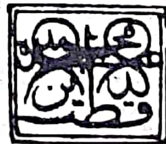
سوال کیا اور اُن سے مصافحہ کیا۔ اسی طرح سند روایت کے ساتھ مع عمل مصافحہ کے یہ حدیث منتہی ہوئی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک۔ مصافحہ کا ایک دوسرا سلسلۂ روایت بھی ہے جو بتوسط حضرت مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قدس سرہ تک منتہی ہوا جس میں تحریر ہے۔

ومن فوائد المصافحۃ حصول البرکۃ والخیر وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صافحنی او صافح من صافحنی الی یوم القیامۃ دخل الجنۃ۔

اور مصافحہ کے فوائد میں سے ہے حاصل ہونا برکت کا اور خیر کا اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ سے مصافحہ کیا یا اس شخص سے مصافحہ کیا جس نے کہ مجھ سے مصافحہ کیا تھا قیامت تک داخل ہوا جنت میں

مولانا قطب الدین صاحبؒ نے جو اس کی سند عطا فرمائی وہ بلفظہ مع ترجمہ درج ذیل ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ یقول عبدہٗ محمد قطب الدین انی سمعت ھذا الحدیث عن مولانا محمد اسحٰق رحمہ اللہ وصافحنی کما صافح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ من الرواۃ ثم سمع منی العالم الکامل مولوی عبد اللہ جلال ابادی وصافحت منہ فقط



حررہ فی التاریخ العشرین من شہر رجب سنہ ۱۲۸۷ھ

بعد حمد و صلوٰۃ کے اللہ کا بندہ قطب الدین کہتا ہے کہ میں نے اس حدیث کو مولانا محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا اور اُنھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا جیسا کہ مصافحہ کیا راویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دوسرے راویوں سے پھر مجھ سے سنا عالم کامل مولوی عبداللہ جلال آبادی نے اور میں نے اُن سے مصافحہ کیا۔ یہ سند بتاریخ ۲۰ رجب سنہ ۱۲۸۳ھ تحریر کی گئی۔

علم طب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوران قیام دہلی میں حکیم ہشام الدین صاحب عرف حکیم منجھلے صاحب جو اس زمانہ کے قابل اطبا میں شہرت رکھتے تھے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فن میں بھی اعلیٰ قابلیت اور حذاقت تامہ عطا فرمائی تھی۔

سہارنپور کے دوران قیام میں حضرت مولانا ومقتدانا مولانا محمد امیر باز خان صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سے روابط اتحاد ہونے کی وجہ سے اکثر ساتھ رہتا تھا۔ آپ خلاصۂ اولیا رکبار زبدۂ اتقیاء اخیار محرم اسرار احدیت۔ ہمدم انوار وحدیت حضرت[۵] شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کے خلیفۂ اول تھے۔ آپ کی معیت میں حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس مبارک میں حاضری کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ یہانتک کہ شرف بیعت سے مشرف ہوگئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات وکرامات کا احصا ضخیم جلدوں میں بھی دشوار ہے۔

عـ۵ حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کے سلسلۂ قادریہ کے متعدد طرق ہیں جن کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (۱) مجدّدیہ مؤمنیہ (۲) جنیدیہ (۳) معصومیہ (۴) مجددیہ محمدیہ۔

مجددیہ مؤمنیہ [۱] حضرت سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۲] حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ۔ [۳] حضرت حسن البصریؒ۔ [۴] حضرت حبیب عجمیؒ۔ [۵] حضرت داؤد الطائیؒ۔ [۶] حضرت معروف کرخیؒ [۷] حضرت الشاہ عبداللہ السری السقطیؒ [۸] حضرت الشاہ جنید البغدادیؒ۔ [۹] حضرت خواجہ ابوبکر شبلیؒ [۱۰] حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ۔ [۱۱] حضرت خواجہ ابوالفرح الطرطوسیؒ [۱۲] حضرت الشاہ ابوالحسن علی الھنکاریؒ۔ [۱۳] حضرت الشاہ ابوسعید مخزومیؒ [۱۴] حضرت الغوث الاعظم السید محی الدین عبدالقادر الجیلانیؒ۔ [۱۵] حضرت السید عبدالرزاقؒ۔ [۱۶] حضرت السید شرف الدین القتالؒ [۱۷] حضرت السید عبدالوہابؒ [۱۸] حضرت السید بہاؤالدینؒ [۱۹] حضرت السید عقیلؒ [۲۰] حضرت الشاہ شمس الدین الصحرائیؒ [۲۱] حضرت الشاہ گدا رحمٰنؒ [۲۲] حضرت الشاہ ابوالحسنؒ [۲۳] حضرت الشاہ شمس الدینؒ العارف ابن الشاہ ابی الحسن المذکورؒ [۲۴] حضرت الشاہ گدا رحمٰن۔ [۲۵] حضرت الشاہ فضیلؒ [۲۶] حضرت الشاہ کمال کیتھلیؒ۔ [۲۷] حضرت الشاہ سکندر کیتھلیؒ [۲۸] حضرت الشیخ احمدؒ مجدد الالف الثانی [۲۹] حضرت السید آدم بنوریؒ۔ [۳۰] حضرت الشاہ حبیبؒ۔ [۳۱] حضرت السید شاہبازؒ۔ [۳۲] حضرت الشاہ مومن گکرویؒ [۳۳] حضرت الشاہ صدیق بشوانڑیؒ۔ [۳۴] حضرت حافظ محمدؒ [۳۵] حضرت الشاہ شعیب توڈھیرویؒ [۳۶] حضرت اخوند شاہ عبدالغفورؒ [۳۷] حضرت الحاج الشاہ عبدالرحیم السہارنفوریؒ۔

قادریہ جنیدیہ [۱۴] حضرت الغوث الاعظم الشیخ عبدالقادر الجیلانیؒ۔ [۱۵] حضرت شاہ دولہ [۱۶] حضرت شاہ منوّرؒ۔ [۱۷] حضرت شاہ عالم دھلویؒ [۱۸] حضرت شیخ احمد ملتانیؒ [۱۹] حضرت شیخ جنیدؒ پشاوریؒ [۲۰] حضرت شاہ صدیق بشوانڑیؒ (جن کا نام سلسلہ مجددیہ مومنیہ میں نمبر ۳۳ پر گذر چکا) آگے حسب سابق۔

قادریہ معصومیہ [۱۴] حضرت الغوث الاعظم الشیخ عبدالقادر الجیلانیؒ [۱۵] حضرت شیخ احمد مستانؒ [۱۶] حضرت شیخ احمد ملتانیؒ [۱۷] حضرت شیخ عبداللہؒ۔ [۱۸] حضرت سید جلال الدین ثانیؒ [۱۹] حضرت شیخ بہاؤالدینؒ۔ [۲۰] حضرت سید جلال الدینؒ۔ [۲۱] حضرت شیخ محمد یاسینؒ [۲۲] حضرت سید مستانؒ۔ [۲۳] حضرت سید زین الدینؒ [۲۴] حضرت شیخ عبدالرزاقؒ [۲۵] حضرت شیخ غیاث الدینؒ۔ [۲۶] حضرت شیخ خیراللہ۔ [۲۷] حضرت شیخ حاجی سعیدؒ [۲۸] حضرت السید محمد معصومؒ (باقی برحاشیہ صفحہ ۹)۔

عـ۵ بعض سلاسل معتبرہ میں یہ واسطہ تحریر نہیں ہے نیز بعض کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت شمس الدین عارفؒ (باقی برص ۹)

آپ نادرالوجود بزرگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ہزاروں خزانے اس ایک ہستی میں ودیعت فرما دیئے تھے۔ افاض اللہ علینا من برکاتھم۔

اب تک جو کچھ بھی ہوتا رہا وہ سب تمہید تھی اس اصل مقصد کی تکمیل کی جس کا دَور اب شروع ہوا ؎ مولوی ازخود نہ شد مولائے روم ؛ تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

چنانچہ اس سلسلۂ عالیہ غفوریہ رحیمیہ میں داخل ہوکر آپ نے حسب ارشاد مرشد مجاہدات شروع کردیئے۔ حضرت شاہ صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ آپ کی طرف خاص تھی حتیٰ کہ اکثر آپ کے لئے لفظ فرزند استعمال فرماتے تھے۔ رحمت الٰہی نے استعداد عالی بخشی تھی۔ تقدیر الٰہی تھی کہ عبداللّٰہی دریائے فیوض سے ہزاروں تشنگان بادۂ وحدت سیراب ہوں۔ ادھر ایسے شیخ اکمل و مکمل کی مخصوص توجّہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برسوں کی ترقی مہینوں میں اور مہینوں کی دنوں میں میسر ہوئی ؎ این سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حتےٰ کہ ۱۲۹۳ھ میں آپ نعمت خلافت سے سرفراز فرمائے گئے اور ہدایت خلق کے لئے مامور ہوئے آپ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ثانی تھے اور خلیفۂ ثالث حضرت مولانا

(بقیہ صفحہ۸) [۲۹] حضرت شیخ جنید پشاوری رح۔ [۳۰] حضرت شاہ صدیق بشوانڑی رح۔ آگے حسب سابق۔

مجددیہ محمدیہ [۲۹] حضرت سید آدم بنوری رح۔ [۳۰] حضرت شیخ بہادر کوہاٹی رح۔ [۳۱] حضرت شیخ مامون یوسف زئی رح۔ [۳۲] حضرت شیخ محمد نعیم رح۔ [۳۳] حضرت محمد شاہ سدومی رح۔ [۳۴] حضرت شاہ صدیق بشوانڑمی رح آگے حسب سابق۔ سلسلۂ قادریہ کی ایک فرع بلاواسطہ حضرت شاہ ابوسعید مخزومی ہے۔ یہ سلسلہ مطابق آپ کے سلسلۂ نسب کے ہے ابًا عن جدٍ۔ اس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضہ حضرت حسن رض۔ حضرت سید حسن المثنیٰ۔ حضرت سید عبداللہ رح حضرت سید موسیٰ جون رح۔ حضرت سید موسیٰ مورث رح۔ حضرت سید یحییٰ زاھد رح۔ حضرت سید عبداللہ رح۔ حضرت سید موسیٰ جنگی دوست رح۔ حضرت سید ابوصالح رح۔ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی رح۔ اسی سلسلہ قادریہ کی ایک فرع سلسلۃ الذہب ”سے موسوم ہے۔ اس طرح حضرت علی المرتضیٰ رض حضرتِ حُسَین رض۔ حضرتِ زین العابدین رح۔ حضرتِ محمّد باقر رح۔ حضرتِ جعفر صادق رح۔ حضرتِ موسیٰ کاظم رح۔ حضرت علی موسیٰ رضا رح۔ حضرت معروف کرخی رح۔ آگے مطابق سلسلۂ مذکور۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب سلسلہ ہے جس کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صرف پانچ واسطے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک بزرگ حافظ سلطان رح کبیرالسن ہوئے۔ وھوھذا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکر الصدیق رض۔ حضرت شیخ سعید رح۔ حضرت شیخ محمود رح۔ حضرت شیخ حافظ سلطان رح۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن رح۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رح۔ ۱۲ اشتیاق احمد

(بقیہ صفحہ ۸) حضرت سید گدا رحمٰن اول کے خلیفہ تھے"۔ ممکن ہے کہ آپ اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالحسن رح کے خلیفہ ہوں اور اُن کے

۲؎ شیخ حضرت سید عبدالرحمٰن اول صاحب کی آپ کو خلافت کی ۔ ۱۲

شاہ ابوالحسن صاحب سہارنپوری قدس اللہ سرہٗ تھے۔ اور خلیفہ رابع حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ تھے جو کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی مجاز تھے۔ نیز حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ساکن مُہُم ضلع رہتک نور اللہ مضجعہٗ اور حضرت مولانا قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تخت ہزاروی اور حضرت مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی نور اللہ مضجعہٗ و دیگر جملہ خلفاء صاحب نعمت اور ہر ایک بجائے خود آفتاب حقیقت تھے ان بزرگوں میں سے ہر ایک کے حالات عالیہ ایک دفتر چاہتے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو اکابر متقدمین کی نسبت سے سرفراز فرمایا۔ تربیت سالکین میں حضرت رحمہ اللہ کو خاص ملکہ تھا۔ حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ اس باب میں تیمناً و تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں جنکو آپ نے بطور تقریظ "تعلیمات رحیمی" پر تحریر فرمایا ہے۔

مولوی صاحب موصوف اعلیٰ مریدین حضرت پیر و مُرشد برحق حاجی شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے ہیں۔ میں نے اُن کو اپنے سامنے بیعت کرایا اور میرے سامنے اُن کو حضرت پیر و مرشدؒ نے اجازت بیعت کی دی اور میرے قلم سے سند فضیلت و کمال تحریر ہو کر عنایت ہوئی تازمان ارتحال حضرت پیر و مرشد اس عالی ظرف نے اسقدر استعداد بہم پہنچائی کہ جس شخص کو ان کی توجہ میں بٹھلایا اس نے وصل عریانی کا جام چکھا اور جس قلب قاسیہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا اُس کو مخزن انوار بنایا حضرت مرشد مرحوم کی

؎ یہ خادم آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ سلف صالحین کے نمونہ تھے۔ نہایت متقی اور محتاط تھے۔ آپ کے بہت سے حالات اور کرامتوں سے آپ کے عزیز برادر محترم جناب منشی نثار احمد صاحب سہارنپوری کے ذریعے احقر مطلع ہے۔ یہاں چونکہ موضوع بحث نہیں ہیں اور نیز تنگی مقام کی وجہ سے درج نہیں کئے گئے۔ آپ کی وفات ۲۹ رجب ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء یوم شنبہ کو ہوئی۔

توجہ خاص تادم ارتحال اُن پر بوجہ اتم رہی اور بعض اوقات میں خوشنودی مزاج کے صلہ میں اُن کو اپنا فرزند فرمایا۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے واقعات کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں کہ پہلی ہی توجہ میں طالب کا برسوں کا کام پورا ہو گیا جس سند فضیلت و کمال کا ذکر حضرت مولٰنا محمد امیر بازخاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اُس کی نقل درج ذیل کیجاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین شفیع المذنبین محمد واٰلہ اجمعین والسلام علے مشائخ الکبار و اھل الطریقۃ العظام الی یوم الدین بعد ازاں کہتا ہے بندۂ مسکین (حاجی) عبدالرحیم (شاہ) سرساوی کہ حبیبی و اخلصی مولوی عبداللہ شاہ جلال آبادی نے مجھ سے بیعت ارادت و طریقت درسلسلۂ قادری حاصل کر کے تہذیب اخلاق صوفیہ کرام و سلوک طریقت مشائخ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ مع نسبت کاملہ مجددیہ غفوریہ سے مشرف ہوئے اور خلعت صحبت و مجاہدہ و فنا و بقا باسرہا سے مستفیض۔ اب میں نے ان کو اپنی جانب سے خلیفہ ثانیہ قرار دیکر اجازت ہدایت طلبا، صادقین و مریدان مخلصین کی دی کہ ہر سہ طرق بلکہ عموم نسبت مروجہ درہندان کو ارشاد فرمائیں اَللّٰھُمَّ بارک لہٗ فی اھلہٖ ومالہٖ وامنہ عن الآفات ومخالفیہ وابقاہ بطول العمر بحرمۃ سید الثقلین نبی الحرمین صلوات اللہ علیہ اٰمین یارب العٰلمین تحریر فی تاریخ بست وہشتم شہر شوال المکرم ۱۲۹۳ھ ہجری۔

بقلم الضعیف (مہر: محمد امیر بازخاں ۱۲۸۷) العبد (مہر: عبدالرحیم شاہ ۱۲۸۷)

بعد تکمیل و وصول مقامات عالیہ آپ قطبیت کرنال پر مامور ہوئے اور حسب ارشاد حضرت شاہ صاحب رح کرنال ہی میں توطن اختیار فرمایا

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر بزرگوں سے بھی نعمتیں حاصل ہوئیں ۱۳۱۳ھ میں آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ مکۂ مبارکہ میں حضرت قطب مکہ عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدسنا اللہ بسرہ کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور من بعد مشرف بخلافت و اجازت ہوئے اور حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے سند اجازت و کلاہ عطا فرمائی۔

نیز اِسی سلسلۂ عالیہ یعنی چشتیہ صابریہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی ایک مخصوص نسبت اُویسی بھی ہے جو نہایت عظیم الشان ہے۔ وہ یہ کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۸ھ میں بمقام پانی پت اپنی نسبت خاصہ جلیلہ سے آپ کو منور فرمایا اور اپنی جانب سے اس سلسلہ کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ خلیفہ تھے حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔ چونکہ اس قسم کا سلسلہ جس میں روح مجرد عن الجسم سے استفاضہ ہوتا ہے حسب طریق مشائخ افاضۂ طالبین کیلئے کافی نہیں ہوتا اس لئے بہت ممکن ہے کہ یہی واقعہ سبب ہوا ہو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بیعت ظاہری قائم کرنے کا۔ نیز کیا عجب ہی کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تخصیص فرمائی گئی ہو کیونکہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ عظیم الشان اولیاء میں سے تھے اور اپنے زمانہ میں اس سلسلۂ عالیہ کے شمس ہی تھے۔ ایسے ماہتاب ہدایت کیلئے ایسے شمس سے استفاضہ غایت درجہ موزوں بھی تھا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و اسرارہ۔

قاری محمد علی خاں صاحب رحمہ اللہ ساکن جلال آباد نے آپ کو قصیدہ بردہ کی اجازت مع سند عنایت فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے اس کی باقاعدہ ریاضت کے ساتھ زکوۃ بھی دی

اور عامل ہوئے۔ قصیدہ بُردہ ایک نہایت مقبول و پُر اثر اور کثیر الخواص قصیدہ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جس کے مصنف امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں منجملہ اس کے خواص کے یہ ہے کہ اس کے ورد سے نسبت محمدیہ پیدا ہوتی ہے اور تجلیہ باطن میں نہایت مؤثر ہی

آپ کی تصنیفات میں سے سلوک میں کتاب "تعلیمات رحیمی" ہے جو حضرت مخدومی وملاذی جناب حاجی مولا بخش صاحب مدظلہم خلیفہ اعظم وجانشین حضرت ممدوح کی تحریک سے تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب سلوک طریقہ مجددیہ غفوریہ رحیمیہ میں ایک جامع کتاب ہی جس میں اذکار ومراقبات واوراد وغیرہ ضروریات کو ایسے دل نشین انداز میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ ایک پست ہمت طالب کے دل میں بھی سلوک طریقت کا ولولہ اور جوش پیدا ہوجاتا ہے مراقبات وذکر میں تصور ضروری کو ایسے سادہ اور دل نشین طور پر تحریر کیا گیا ہے کہ صحیح کیفیت خیال میں قائم ہوجاتی ہے۔ اِس سلسلہ میں بزبان اردو اس سے بہتر کتاب اب تک تحریر نہیں ہوئی۔ ضخامت ۴۸ صفحات کی ہے۔

دوسری تصنیف آپ کی "قطرات" ہے جو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "ہمعات" کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب اصل میں بزبان فارسی تھی۔ حضرت مولانا رح نے حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی تحریک سے اس کا بزبانِ اُردو ترجمہ فرمایا۔ یہ کتاب تصوف ومعرفت میں بےنظیر لطیف مضامین کا خزانہ ہے۔ اُردو زبان میں یہ ترجمہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہی کہ اصل تصنیف ہی اردو زبان میں ہوئی ہے۔ اصل کتاب کی جو شان ہے وہ سب ترجمہ میں محفوظ ہے۔ ہر طالب کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ اِس کتاب کے ایک سو دس صفحات ہیں۔

تیسری تصنیف آپ کی ایک مختصر رسالہ "الختم الکامل" ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح میں ہر سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے

یہ دعویٰ کیا تھا کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور بغیر اس کے تراویح میں ۱۱۳ آیات کی کمی رہتی ہے اور ختم کامل کا ثواب نہیں ملتا۔ اور اس بارہ میں ایک فتنہ کھڑا کر دیا اُن کو مسکت اور تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔ احادیث صحیحہ و آثار معتبرہ اور اقوال فقہاء سے زبردست دلائل دیکر اصل مسئلہ محقق فرمایا ہے جس کی توثیق و تصدیق اکابر علماء ہند و علماء حرمین نے فرمائی اس رسالہ سے آپ کی ایک خاص کرامت متعلق ہے جو آئندہ مذکور ہوگی۔

چوتھی تصنیف توحید کے بیان میں یہ مختصر رسالہ ہے جو "التوحید" سے مسمّٰی کیا گیا کاش کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کا علمی اشتغال مستقل ہوتا تو علوم ظاہری میں بھی آپ کے افاضات ایک بحر ذخار کی طرح مخلوق کو سیراب کرتے۔ آپ کے مزاج میں اخفائے حال بدرجۂ کمال تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ ایک عطار خانہ کھول کر بیٹھ گئے اور بظاہر حال ایک تاجر معلوم ہوتے تھے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی تھی کہ آپ کی اولاد امجاد میں یہ سلسلۂ تجارت جاری ہے۔ مگر جب چاند چڑھتا ہے تو کل عالم دیکھتا ہے۔ انوار چھپائے سے چھپ نہیں سکتے۔ مریدین و متوسلین کی تعداد ہند اور بیرون ہند میں ہزاروں کی ہے۔ آپ کے مواعظ پُر اثر ہوتے تھے کہ بسا اوقات پورے کے پورے مجمع پر حالات وجد طاری ہو گئے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مقام قرب کس درجہ عالی تھا اس کی حقیقت علم ذاتی کی بنا پر تو اہل نظر ہی خوب جانتے ہیں لیکن وہ شواہد و آثار جو سوانح مبارکہ و حالات طیبہ توجہ کرنے سے پیش نظر ہیں اس کا بیّن ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام رفیع عطا فرمایا تھا۔ اپنے اُن بزرگوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعماء باطنی سے نوازا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے لباس تقویٰ سے آراستہ اور مبالغہ کلام سے پاک ہیں اس خادم الخدام کو معلوم ہوا ہے کہ حضرت کا مقام غوثیت تھا۔ اور آپ کو حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نسبت خاص تھی۔ اس بیان کی تائید اشارۃً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جو

تعلیمات حبیبی صفحہ ۱۹ بیان لطائف کے ذیل میں تحریر فرمایا گیا ہے۔" اور راقم اپنے وجدان کیطرف رجوع ہو کر دیکھتا ہے تو اپنا حال مطابق بیان حضرت صمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاتا ہے...... الخ"

اللہ تعالیٰ آپ کے انوار سے جملہ متوسلین کے قلوب کو منور فرمائے اور اس نااہل کے قلب قاسیہ کو بھی صلاحیت بخشے وما ذلک علی اللہ بعزیز ۵

در محفلے کہ اوست دانم نرسم ؛ ایں بس کہ رسد ز دور بانگِ جرسم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی کرامتیں معتبر ذرائع سے ہمکو معلوم ہیں ان میں سے چند کرامتیں یہاں بھی مذکور ہوں گی۔ اُن سے قبل اس باب میں افادۂ عامہ کے خیال سے یہ گذارش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صدور کرامت ولایت کے لئے لازم نہیں ہے۔ بہت سے عالی مقام اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں کہ اُن سے ایک بھی خرق عادت ثابت نہیں ہے۔ بعض سے صرف دو چار کا بڑے تتبع سے ثبوت ملتا ہے۔ صحابۂ کرام وائمۂ عظام کے اعلیٰ مقامات مسلم ہیں مگر وہاں کرامتوں کا صدور شاذ و نادر کے درجہ میں ہے۔ اصل یہ ہے کہ بزرگ وہ ہے جو اکرم عند اللہ ہے اور اکرم عند اللہ یعنی خدا کے نزدیک باعزت وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اَکرمکم عند اللہ اتقاکم	تم میں کا سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں کا سب سے زیادہ متقی ہے

اس لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے تقوے پر استقامت بخشدی اور اس کا ملکہ عطا فرما دیا وہ ایسی کرامت کا حامل ہے جس سے اونچی کوئی کرامت نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ تقوی پر استقامت نتیجہ ہے اتباع نبوی کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔ قال اللہ تعالیٰ شانہٗ

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ	فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا۔

غرض یہ ہے کہ اگر کسی میں یہ وصف یعنی اتباع سنت ثابت نہیں ہے اور خلاف عادات امور کا صدور ہوتا ہے تو یہ صدور کرامت کے تحت میں یقین کے ساتھ داخل نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ خرق عادت مقبولیت کی دلیل قطعی ہے۔ ہاں سوءظن سے بھی بچنا چاہئے۔ یہ اس لئے عرض کیا گیا

کہ بعض صاحبان نسبت اپنا ظاہر خراب رکھتے ہیں لوگوں کی تکریم کے اثر سے اپنے نفس کو محفوظ رکھنے کیلئے یا اور مصالح کی رعایت سے لیکن باطن اُنکا ہر وقت مشغول بحق ہوتا ہے تو چونکہ بعض ایسے اسباب مثل استدراج وسحر و نیرنجات وغیرہ سے بھی ایسے امور کا وقوع ممکن ہے جو موجب حیرت ہو جاتا ہے تو یہ دلیل ولایت کیسے ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مومن سے جو بظاہر متقی نہ ثابت ہو ایسے امور کا صدور ثابت ہو جو خلاف عادت ہوں تو اسکے باہ میں سکوت انسب ہے لیکن جس فرد میں تنہا یہ وصف یعنی تقوی ثابت ہو خواہ کسی دیگر کرامت سے اُس کی مقبولیت کے ثبوت کیلئے تائید ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو تو اُس کے بزمرۂ اولیا ہونے میں شبہ نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ ایسے امور بھی موجود ہیں تو پھر نورٌ علےٰ نور ہے اس موقعہ پر کرامت یا خرق عادت کو اہمیت دینا نامناسب نہیں اسی خیال کے ماتحت دو ایک غیر معمولی واقعات ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی غایت مقبولیت واضح تر ہو جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویٰ واتباع سنت بھی بدرجہ کامل عطا فرمایا تھا۔" لیکن پہلے ایک حقیقت علمی کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے انبیا علیہم السلام سے لیکر اولیاء متقدمین و متاخرین کے حالات پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اعلیٰ مقامات قُرب موقوف ہوتے ہیں ابتلاء و مصائب پر روحانی ترقی و تزکیہ کیلئے خصائص جسمانی کو مضمحل کیا جاتا ہے اور شہوات دنیا کو فنا کیا جاتا ہے اس میں جو کچھ ابتلا نفس پر ہوتا ہے وہ اختیاری ہے تاکہ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کے ماتحت روح میں تزکیہ ہو کر حظیرۃ القدس سے نسبت اور وہاں سے اخذ فیضان کی اہلیت پیدا ہو جائے۔ لیکن ایک ابتلا اضطراری ہوتا ہے جو درحقیقت ایک نوع اعلیٰ تزکیہ کی ہے تاکہ قابلیت اعلیٰ مقامات کے انوار و تجلیات کی اور ان کا تحمل پیدا ہو جائے اس ضابطہ کو پیش نظر رکھنے کے بعد حضرات انبیا علیہم السلام اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مصائب و تکلیف کے اسرار واضح ہو جاتے ہیں پھر غور کرنے کے بعد ظاہر آثار سے موجودہ کمالات روحانی کی رفعت بمقابلہ ان کمالات کے

جو مصائب وتکلیفات سے پہلے کے تھے روشن ہو جائیگی۔ تنگی مقام اجازت نہیں دیتی کہ تمثیلات سے اس ضابطہ کے تمام پہلو واضح کئے جائیں لیکن مختصراً کافی عرض کر دیا گیا۔ اسی ضابطہ کے تحت میں حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ابتلائے جسمانی ملاحظہ فرمایا جائے۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے اب بھی کرنال میں بیسیوں افراد موجود ہیں۔ اس واقعہ کو میں اپنے دیرینہ مخلص اور محب جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب منگلوری رحمتہ اللہ کے الفاظ میں خفیف تغیر کر کے اس مقام پر لکھوں گا۔ مرحوم نے حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ حالات جمع کئے تھے جس کا نام یادشیخ رکھا تھا جو طبع نہ ہو سکا۔ اس کا ایک جز و یہاں آجائیگا تاکہ وہ بھی شریک اجر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن نیت عطا فرمائے۔ وہو ہذا

ایک روز حضرت مولانا المحترم اپنے دولت خانہ پر تشریف فرما تھے اور حضرت مد فیوضہم خدمت والا میں حاضر تھے کہ اچانک کتفین کے درمیان ایسی سخت تکلیف اور ایسی شدید سوزش پیدا ہوئی کہ برداشت کرنا نہایت دشوار ہو گیا۔ فوراً حاجی صاحب سے فرمایا کہ حاجی صاحب دیکھنے گا میرے کس شے نے کاٹا ہے جس کی وجہ سے میں بے چین ہو گیا۔ حاجی صاحب نے پشت مبارک سے کرتہ اٹھا کر جابجا دیکھا مگر کوئی گزندہ جانور یا کسی شے کے کاٹے کا کوئی نشان وغیرہ نظر نہیں آیا۔ البتہ دونوں مونڈھوں کے درمیان ایک چھوٹی سی پھنسی مثل اڑد کے دانہ کے معلوم ہوئی اور بس۔ حال عرض کیا گیا ثابت ہوا کہ بس یہی باعث تکلیف ہے۔ دمبدم اس میں سوزش وجلن و درد بڑھتا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس دانہ نے بڑھتے بڑھتے دونوں مونڈھوں کو گھیر لیا اور حضرت کو کرب وبے چینی اس قدر بڑھی کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے کسی پہلو چین وقرار نہ تھا فوراً معالجہ کی طرف توجہ کی گئی اطبا یونانی بلوائے گئے تشخیص سے معلوم ہوا کہ مرض جمرا ہے جس کو بعض حمرا کہتے ہیں (یہ ایک مہلک اور لاعلاج مرض ہے) مولانا کی تکلیف کو دیکھکر ہر شخص بیتاب ہوتا تھا اور گھر والوں اور خدام ومتعلقین کو تو جو صدمۂ عظیم تھا بیان سے باہر ہے۔ اطبا نے تسلّی وتشفی کی اور علاج معالجہ میں اپنی پوری قوت صرف

کرڈالی مگر کوئی افاقہ نہ تھا بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جب معالجہ یونانی سے کوئی فائدہ نہ دیکھا تو ڈاکٹروں کو بلوایا گیا۔ انھوں نے بھی اپنا پورا زور صرف کرڈالا مگر آپ کو ذرہ برابر افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض برابر ترقی پذیر تھا۔ شدت تکلیف اور بے چینی کا یہ عالم تھا کہ الاماں الحفیظ۔ کھانا پینا سونا تو درکنار ایک آن کو بھی کسی پہلو پر قرار نہ تھا۔ مولانا کے تمام متعلقین و مریدین دور و دراز اور قرب و جوار کے خدمت کیلئے جمع ہو گئے مگر مولانا کی شدت تکلیف کے مشاہدہ کی تاب نہ لا سکے اور بہت سے تو فوراً واپس ہو ہو گئے بعض خدام نے اپنے دل کو سخت کیا بھی مگر آخر کاران کو بھی مولانا کی اس حالت کے دیکھنے کا تحمل نہ ہو سکا صرف ایک حاجی مولا بخش صاحب مدظلہم ہی ایسے شخص تھے جو ہر وقت خدمت بابرکت میں حاضر و موجود رہے جس وقت مولانا بے چین ہو ہو کر تڑپ کر تے تھے تو حاجی صاحب اپنے سینہ پر لیتے تھے۔ مرض کی سوزش و جلن سے حاجی صاحب کی چھاتی بھی سیاہ ہو گئی۔ حضرت مولانا بھی حاجی صاحب کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتے تھے۔ حاضری کی سخت تاکید تھی صرف اتنی اجازت تھی کہ نماز فرض باجماعت مسجد میں ادا کریں مگر سنتیں و نوافل یہاں آکر پڑھیں۔ کرنال میں ایک سول سرجن تھے جو نہایت مشہور اور ہندوستان کے بڑے بڑے ڈاکٹروں میں استاد مانے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی پوری سعی اور اپنی تمام قابلیت صرف کر دی مگر مطلق تخفیف نہ ہوئی مولانا کی بے چینی اور تڑپنے کا سول سرجن پر بھی بہت اثر ہوا۔ باوجودیکہ ڈاکٹر عموماً بوجہ شب و روز ایسے حالات میں گذرنے کے سخت دل ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو تکلیف اس درجہ شدید تھی کہ وہ بھی بے چین ہو گیا۔ اس لئے خواب آور دوا تجویز کی۔ گلاس مانگا اور اپنے سامنے دوا بنوائی اور کہا کہ یہ دوا ابھی میرے سامنے پلادو۔ اس سے مولانا کو نیند آجائیگی تاکہ کچھ دیر کو سکون نصیب ہو۔ مولانا نے گلاس ہاتھ میں لے لیا اور خالی کر کے رکھ دیا لیٹ گئے اور آنکھیں بند کرلیں حاضرین نے سمجھا کہ دوا کے اثر سے نیند آگئی۔ سول سرجن مناسب ہدایات کر کے رخصت ہوا اس کا جانا تھا کہ آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حاجی صاحب سے فرمایا خبردار

آئندہ اس ڈاکٹر کو یہاں مت بلانا۔ یہ مجھکو شراب پلانا چاہتا تھا دیکھو وہ تمام گلاس پلنگ
کے نیچے بکھرا ہوا پڑا ہے۔ حق تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھے اِس بلا سے بچایا اور
اس نجس دوا کا ایک قطرہ بھی میرے مُنہ میں نہیں گیا تمام حاضرین یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہگئے
کہ آپنے کسطرح دوا کو پھینکا کہ پورے مجمع میں سے کسی کو بھی کچھ پتہ نہ چلا۔ غرض ایک ماہ سے زائد
تک مولٰنا ایسی ہی شدت تکلیف میں مبتلا رہے۔ ایک روز آپنے حضرت حاجی صاحب سے
فرمایا کہ لو حاجی صاحب انشاء اللہ تعالیٰ ہم کل اچھے ہو جائیں گے۔ آپ صرف یہ کرنا کہ صبح نماز
ذرا اول وقت پڑھکر فوراً آجانا اور مکان کو ہر طرف سے اچھی طرح بند کر دینا کہ کوئی نہ آنے پائے
حکیم ظہور الدین (صاحب مدظلہم) کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت مخدومہ اہلیہ صاحبہ حضرت مولانا
رحمۃ اللہ علیہ کو کسی حیلہ سے نیچے بھیجدینا اور زینہ کی زنجیر لگا دینا کہ واپس نہ آسکیں بس پھر
ہم اور آپ دونوں خوب کھیلیں گے کودیں گے اور میں اچھا ہو جاؤں گا۔ میری صحت اور
بقا بلکہ ترقی مدارج علیا کا راز اسی میں مضمر ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تم سب نہایت
پریشان اور میری صحت وحیات سے قطعاً ناامید ہو چکے ہو مگر انشاء اللہ تعالیٰ کل آپ
لوگوں کو خدائے قادر کی عجیب وغریب قدرت کا مشاہدہ ہو جائیگا اور یخرج الحی من المیت
ویخرج المیت من الحی کی تفسیر اچھی طرح معلوم ہو جائیگی۔ حاجی صاحب نہایت خوش ہوئے
اور عرض کیا کہ حضرت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے یہ غلام تو ہر وقت حاضر خدمت حضور
والا ہے اور ہر امر وارشاد کی بجاآوری کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ کل عجب شان کے ساتھ
آتی ہے۔ راحت ورحمت ساتھ لاتی ہے۔ اُدھر حضرت حاجی صاحب نماز کیلئے مسجد میں
تشریف لیجاتے ہیں اِدھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے ھُوْ کے ساتھ
ایک چیخ نکلتی ہے جس کی آواز سے قرب وجوار کے سب خبردار ہو جاتے اور بے تحاشا دوڑے
چلے آتے ہیں تمام گھر کے آدمی اور تیماردار جمع ہو جاتے ہیں اور مولانا کو عجیب حالت میں
پاتے ہیں کہ آپ نئی نئی حرکات کر رہے اور دمادم الا اللہ کی ضربیں لگا رہے ہیں۔

عجیب طرح سے کھیل رہے ہیں تمام حاضرین کو کامل یقین ہوگیا کہ آپ کو سرسام ہوگیا اور یہ جنون کا دورہ ہے اور وقت آخر ہے تمام حاضرین نے متفق ہوکر آپ کو پلنگ پر ڈال کر ہاتھ باندھ کر بے قابو کر دیا مولانا رح نے چاہا تھا کہ اس حالت میں سوائے حاجی صاحب کے جو محرم اسرار تھے اور کوئی عزیز قریب بھی نہ ہو سکے لیکن وماتشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین ابھی اس ابتلاء کی تکمیل میں بے کسی اور بے بسی کے منظر کی کمی باقی تھی وہ حضرت حاجی صاحب کی موجودگی میں کیسے ظہور پذیر ہوسکتی تھی اِس لئے مشیت الٰہی کو منظور یہ تھا کہ سب موجود ہوں مگر اس موقعہ پر حاجی صاحب نہ ہوں بلکہ اُن کے لئے راستہ بند ہو۔ چنانچہ حاجی صاحب نماز فجر پڑھ کر فوراً واپس تشریف لائے تو مکان پر مجمع دیکھا اور راستہ بند تھا۔ اسی حالت میں آپ نے حضرت حاجی صاحب کو نہایت زور سے آواز دی کہ حاجی مولابخش کہاں ہیں ان کو تاکید کر دی تھی کہ نماز پڑھ کر فوراً آئیں اور کہیں نہ جائیں۔ یہ آواز حضرت حاجی صاحب نے باہر مسجد سے سُنی تھی اور فوراً دوڑے دیکھا کہ مکان کے لوگوں نے ہر طرف سے راستہ بند کر رکھا ہے۔ حاجی صاحب بیتاب تھے اور جس طرح بن پڑا پوری قوت وہمت صرف کرکے مولانا کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھا صاحب آپ کی غیر حاضری میں ہمارا کیا حال بنا دیا گیا حاجی صاحب نے دیگر تیمار دار و اعزا کی مخالفت کی پرواہ نہ کی اور فوراً ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ کون کہتا ہے کہ مجھکو جنون ہے۔ کون کہتا ہے کہ مجھکو مالیخولیا ہے یا سرسام ہے۔ جس کا دل چاہے میرے سامنے آئے اور جس قسم کی چاہے گفتگو کرے اور جو دل چاہے دریافت کرے۔ یہاں کی تو یہاں کی چاہے وہاں کی باتیں پوچھے۔ اس وقت حضرت کا کچھ اور ہی رنگ تھا۔ حجابات ظاہری سب اُٹھے ہوئے تھے انکشاف مغیبات بدرجہ کمال تھا۔ جملہ علوم لدنی واکتسابی کے متعلق بدرجہ اتم شرح صدر ہوچکا تھا۔ چنانچہ کرنال کے بعض اہل علم حضرات نے کچھ مسائل دینیہ پیش کئے اور خواہش

کی کہ ان پر برجستہ تقریر فرمائی جائے۔ حضرت نے اُن پر ایسی بالوضاحت بلیغ تقریر فرمائی کہ ہر شخص جزاک اللہ ومرحبا پکار اُٹھا۔ بعض نے کچھ اعتراضات پیش کیے جن کے آپ نے دندان شکن جوابات دیئے غرض کہ ہر ایک قائل ہو گیا کہ آپکا کلام علم ظاہری و اکتسابی سے بالاتر ہے اور یہ کہ سرسام وجنون کا خیال غلط تھا۔ آپ کا وہ ارشاد کہ "ہم کل اچھے ہو جائیں گے" پورا ہوا اور تمام حکماء و ڈاکٹر صاحبان غریق حیرت ہو کر رہ گئے جب کہ تمام کرب و بے چینی اور شدید تکلیف سب دفعۃً ختم ہو گئی اور اندمال زخم شروع ہو گیا۔ کیونکہ سب ڈاکٹر و اطباء اس پر متفق تھے کہ اس مہلک مرض سے آپ کا جانبر ہونا ناممکن ہے۔ حضرت مولاناؒ نے فرما دیا تھا کہ صرف چالیس روز تک ہر بات اور سوال کا جواب دیا جا سکیگا۔ جس کا جو کچھ دل چاہے سوال کرلے اس کے بعد جواب نہ دیا جائیگا۔ چنانچہ اس عرصہ میں بہت لوگوں نے دقیق سوالات کئے اور جواب باصواب سے مطمئن ہوئے بہت سے لوگوں نے بعض بزرگوں کی نسبتہائے باطنیہ کے متعلق سوالات کئے جن کے صحیح جوابات پائے۔ ایک شخص نے ایک بزرگ صاحب کی نسبت دریافت کی آپ اس طرف متوجہ ہوئے فوراً ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ بہت زیادہ اونچے اچھلے اور بلند ہو کر آہستہ سے زمین پر آرہے آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ اُن کی نسبت برقی ہے۔ یہ نسبت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔ آپ جس بزرگ کی نسبت کی طرف توجہ فرماتے تھے اس کا عکس اپنی پوری کیفیت کے ساتھ آپ کے قلب منور پر منجلی ہوتا تھا۔ ایک صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی نسبت دریافت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا کی نسبت بہت زیادہ قوی اور غیر متناہی ہے۔ بعض صاحبان نے سوال کیا کہ حضرت خواجہ بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ حقیقۃً کہاں مدفون ہیں۔ کرنال میں یا پانی پت میں؟ آپ اس طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا وہ دیکھو کرنال میں بیٹھے ہیں۔ بعض صاحبان نے سوال کیا کہ روئے زمین میں سب سے اونچی کس کی نسبت ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک درویش ہیں جنکا

دیناشاہ نام ہے۔ ان کی نسبت سب سے بلند ہے۔ ان سے لوگوں کو فیض بہت کم پہنچیگا۔ یعنی صرف ڈہائی آدمی کو دو مرد اور ایک عورت کو۔

آپ کی تصنیف "الختم الکامل" جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے ایک زندہ کرامت اور اسی زمانہ کی یادگار ہے اس کتاب میں بطور استشہاد کتب تفسیر و احادیث و فقہ کے بہت سی حوالہ منقول ہیں اور بعض عبارات تو بقدر ایک ڈیرھ صفحہ کے طویل ہیں یہ سب بغیر دیکھے زبانی لکھائی ہیں چونکہ اس کیفیت کا غلبہ تھا۔ اس لئے متوجہ ہوتے ہی سب مضمون پیش نظر ہوتا تھا کتاب دیکھنے کی حاجت ہی نہیں تھی۔ بعد میں احتیاطاً کتابیں لیکر مقابلہ کیا گیا ہے تو سب ہوبہو تھا مطلق تفاوت نہ تہا۔ اور بھی ایسے طویل واقعات ہیں کہ ایک ہی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کی متعدد کرامتیں ثابت ہوتی ہیں۔ کرامت کے بارے میں یہ امر قابل گذارش ہے کہ خارق عادت یعنی خلاف عادت عامہ کا صدور بعض اوقات تصرف روحانی وغیرہ کا نتیجہ ہوتا ہے جو صاحب خرق عادت سے صادر ہوتا ہے۔ اور کبھی تصرف نقطہ بحت کا ہوتا ہے جس کا تذکرہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ہمعات میں کیا ہے جسکا نہایت نفیس ترجمہ مسمی بہ قطرات حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہ صاحب تذکرہ نے فرمایا ہے اور بعض اوقات خرق عادت بغیر صاحب خرق کے اختیار کے صرف من جانب اللہ ظاہر ہوتا ہے پہلی قسم جو از قسم تصرفات ہے۔ اس کو بہت سے اکابر نے کرامت نہیں سمجھا انکے نزدیک خرق عادت کا اطلاق اس پر صحیح ہے مگر کرامت کا نہیں۔ کرامت وہی ہے جو محض منجانب اللہ صادر ہو جو اس ولی کی ولایت کیلئے دلیل ہوگی جس طرح معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے بہرکیف جو بغیر صاحب کرامت کے صنع اور تصرف کے ظاہر ہو اس کے کرامت یا کرامت کی اشرف نوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جنکا ظاہر مشابہ ہوتا ہے تصرف سے مگر درحقیقت تصرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و اولیائے کہ صاحب علم و کشف اند جائز ہست کہ بر بعضے از خوارق خود اطلاع پیدا نہ کنند بلکہ صور	اور جو اولیا کہ صاحب علم و کشف ہیں جائز ہے کہ ان کو اپنے بعض خوارق پر اطلاع نہ ہو بلکہ انکی بعض مثالی

مثالیہ ایشاں را در امکنۂ متعددہ ظاہر سازند و در
مسافات بعیدہ کارہائے عجیبہ و غریبہ ازاں صور بظہور
آرند کہ صاحب آں صور را ازانہا اصلا اطلاع نیست
الخ دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۲۱۶

صورتوں کو مختلف مقامات میں ظاہر کر دیا جائے
اور دور دراز مسافتوں میں عجیب و غریب کام ان صورتوں
سے ظہور میں لاتے ہیں کہ جسکی وہ صورتیں ہیں اسکو
ان کاموں کی اطلاع نہیں ہوتی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کام بعض اوقات تکوینی ہوتے ہیں یعنی تدبیر عالم کے متعلق۔ اور بعض اوقات تشریعی ہوتے ہیں جنکا تعلق ہدایات خلق سے ہے اور بدیہی ہے کہ قسم ثانی نیابت انبیاء ہے جو اشرف و اعلیٰ ہے۔ جملہ خدمات سے اور غایت قبولیت کی دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کا قابل تحریر ہے ایک مرتبہ آپ ذکر میں مشغول تھے اور حسب قاعدہ قلب سے دوش تک لا کو کھینچتے ہوئے اور وہاں سے الہ کو وسط تک پہنچا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے تھے۔ اسمیں سر ہلتے ہوئے دیکھکر ایک صاحب نے جو اس طرف سے گذرے تمسخر کیا اور یہ کہتے ہوئے گذر گئے کہ یہ گردن گھمانا کیسا اگر ذکر کرنا ہے تو لا الہ الا اللہ پڑھتے رہیں۔ آپکو مشغولیت میں کچھ بھی احساس نہ ہوا کہ کون آیا اور کیا گفتگو کی۔

دوسرے دن ان صاحب کے اقربا ان کو لیکر آئے ان کی حالت غیر تھی اور حضرت سے نہایت اصرار کیا کہ ان کو بیعت کر لیجئے اور جو گستاخی ان سے ہوئی وہ معاف فرما دیجئے آپنے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رات آپ تشریف لائے آپنے الا اللہ کی ایک ضرب میرے دل پر لگائی جس سے مجھ پر بیخودی کی حالت طاری ہوگئی۔ ان کے اعزا نے بیان کیا کہ سر دے دے کر مارتے تھے بمشکل سنبھالا جاتا تھا پھر جب یہ حالت فرو ہوتی تھی تو پھر یہی محسوس ہوتا تھا کہ آپنے تشریف لا کر پھر الا اللہ کے ساتھ ایک ضرب دل پر لگا دی اور پھر وہی حالت عود کر آتی تھی اسی حالت میں تمام شب گذر گئی آپنے انکو بیعت فرما لیا اور ان کا حال درست ہوگیا۔ فرمایا کہ مجھ کو نہ ان کے آنے کی خبر ہے نہ تمسخر کی اطلاع۔ اور نہ میں نے خود ایسا کوئی تصرف کیا۔ جو کچھ بھی ان کے ساتھ معاملہ ہوا منجانب اللہ ہی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور اس نے توفیق بخشی تو حضرت کی مستقل سوانح کے ذیل میں ایسے

دیگر واقعات کو تفصیل کیساتھ لکھا جائیگا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعبیر رؤیا کا ملکہ عطا فرمایا تھا آپکی تعبیرات اوران کے اسی طرح مطابق ارشاد ظہور پذیر ہونیسے لوگ متحیر رہ جاتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں تو آپ بھی تعبیر خواب عام اصول کے ماتحت دیتے تھے لیکن آخر میں آپکا حال یہ تھا کہ تعبیر خواب متشکل ہوکر سامنے آجاتی تھی آپکے تصرفات قوی تھے۔ اسکے شواہد اور بہت سی عظیم واقعات کو یہاں تحریر نہیں کیا گیا۔ بپایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی۔

اولاد امجاد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادے جناب حاجی حکیم ظہور الدین صاحب مدفیوضہم کرنال کے مقتدر اور صالحین اصحاب میں سے ہیں آپکی پیدائش ۱۲۹۰ کی ہے۔ اس حساب سے موجودہ عمر آپ کی ۶۳ سال ہے اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ خدام پر قائم رکھے آپ نے طبی کتب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل کیں اور بذریعہ مطب خدمت خلق اللہ میں مشغول ہیں آپکے تین صاحبزادے جناب حکیم محمد مظفر حسن صاحب اور جناب حکیم راغب حسن صاحب اور جناب حکیم محمد محمود حسن صاحب اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بابرکت خاندان کے ساتھ ہمیشہ اپنی رحمت شامل حال رکھے حضرت حکیم صاحب کے صاحبزادے اور بھی تھے ابظہارالدین اور مرغوب احمد رحمہما اللہ۔ اول الذکر کا تو صغر سنی ہی میں انتقال ہوگیا اور مولوی مرغوب احمد صاحب نے بعالم جوانی ہی عالم جاودانی کی راہ لی صرف ۲۶ سال عمر ہوئی اللہ تعالیٰ فردوس کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ مرحوم ذکی الطبع عالم تھے طبیہ تعلیم بھی طبیہ کالج دہلی میں باقاعدہ حاصل کر چکے تھے اور نہایت صالح تھے ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل و حافظ قرآن تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے تھے جنکا بعالم جوانی انتقال ہوگیا ان کا نام مقصود احمد تھا مشکوٰۃ تک تعلیم پاچکے تھے طاعون میں وفات ہوئی۔ اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر طویل بخشے۔ اور صلاحیت و تقویٰ کی دولت سے مشرف فرمائے۔ اولاد اناث میں حضرت رحمہ اللہ کے ۳ صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و خدام کی تعداد ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں ہزاروں ہیں ان میں سے جو صاحبان ارشاد و خلفاء مجاز ہیں اُن کے اسمائے گرامی مع مختصر تعارف

تحریر کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے تفصیلی حالات تحریر کرنے سے تنگی مقام مانع ہے۔

خلفاء حضرت مولانا رحمۃ اللہ کے خلیفہ اول اور جانشین عمدۃ الاصفیا حضرت حاجی مولا بخش صاحب مدت فیوضہم ہیں جنکا نام نامی بضمن تذکرہ حضرت اقدس متعدد بار تحریر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا ظل ہمایوں ہم خدام پر قائم رکھے آپ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب اسرار خلفا میں سے ہیں عمر کا بڑا حصہ آپکی معیت میں گذارا ہے۔ نادر الوجود مقبولین میں سے ہیں فی زمانہ اس پایہ کے بزرگ شاذ و نادر ہیں آپکا اصل وطن شاہ آباد ضلع کرنال ہے۔ لیکن اقامت مستقلاً کرنال رہی اور اب بھی وہیں آستانہ شیخ پر ہی رونق افروز ہیں تجرید و تفرید کا آپ پر غلبہ ہے۔ اسی وجہ سے آپنے نکاح نہیں کیا۔ خدام و متوسلین ہزاروں ہیں جن میں کا ایک ادنی خادم یہ کمترین بھی ہے۔ آپ کی ذات والا صفات درویشی کی صحیح تفسیر ہے

ع۵ حضرت حاجی صاحب مدفیوضہم یگانۂ روزگار اور یادگار سلف اکابرین سے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر شریف نوّے سال کے قریب ہے۔ ابتدائے عمر سے جاذبۂ حقیقت آپ کے قلب میں موجزن رہا ہے۔ اور بہت سے بزرگوں کی صحبت و زیارت کا اس سلسلہ میں آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کے قدیم وطن شاہ آباد میں ایک کبیر السن بزرگ تھے جو کہ حضرت شاہ مادھو (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے کامل، مکمل اور نہایت عالی نسبت بزرگوں میں سے تھے۔ حضرت حاجی صاحب مدظلہم نے ابتداءً آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کے الطاف و توجہات سے مستفید ہوتے رہے۔ لیکن تکمیل باطن حق تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے مقدر کی تھی اس لئے حضرت شاہ مادھو صاحب اور آپ کے بعد دوسرے بزرگوں نے اُسی کی طرف رہبری کی۔ اس لئے برسوں تک آپ حضرت مولاناؒ کی جستجو میں سرگرداں رہے۔ بالآخر قدرت کی دستگیری سے آپ اس چشمۂ فیوض پر پہنچے اور خوب سیراب ہوئے۔ حضرت شاہ مادھو صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد علی صاحب قدس اللہ سرہ کے خلفاء میں سے تھے جو حضرت شاہ ابوسعید نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدسنا اللہ بسرہ خلیفۂ اعظم حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ۱۲ منہ

آپ کے عجیب حالات ہیں جو انشاءاللہ العزیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ساتھ تحریر کیے جائینگے۔ دوسرے خلیفہ آپکے جناب مولانا مولوی خزیمہ صاحب سرحدی تھے آپنے کتب احادیث حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اسکے بعد سلوک میں بھی حضرت ہی کے مبارک ہاتھوں پر تکمیل ہوئی۔ تیسرے خلیفہ حضرت شاہ غلام محی الدین صاحب تھے حضرت نے آپکو غلامی شاہ سے ملقب فرمایا تھا آپ پنجاب قریب سرحد کے رہنے والے تھے آپ کی وفات کرنال ہی میں ہوئی۔ چوتھے خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین صاحب تھے جو تحصیل کرنال کے رہنے والے تھے اکثر ابتداءً غلبۂ حال میں مکان کے گرد گھومتے رہتے تھے ایک مدت تک نقاب پوش رہی۔ پانچویں خلیفہ آپکے حضرت مولانا رحیم بخش صاحب تھے آپ کا اصل وطن ساڈھورہ ضلع انبالہ تھا بعدہٗ کھارون تحصیل جگادھری میں اقامت گزیں ہوئے اولاً آپ عارف باللہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت رکھتے تھے آپ کے ارشاد سے حضرت مولانا سے شرف ارادت حاصل کیا اور شرف بخلافت ہوئے۔ چھٹے خلیفہ آپکے پیرجی مراتب علی صاحب تھے جن کا وطن مبارک کیتھل ہے۔ ساتویں خلیفہ آپکے حضرت حافظ ابو علی صاحب ملقب بہ خوشبو علی ہیں صاحب خوارق و مقامات جلیلہ ہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے خاص اُنس تھا ایک عرصہ تک آپ پر جذب کا غلبہ رہا اس حالت میں مختلف مقامات پر گشت کرتے رہے پھر سلوک میں آگئے اب ایک عرصہ سے قریہ چھت میں قیام فرما ہیں یہ متبرک مقام بنور سی قریب ہے جو حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب کی وجہ سے کافی شہرت رکھتا ہے۔ یہ قریہ ریاست پٹیالہ کے مضافات میں سے ہے اصل وطن آپکا ایک موضع مسے کھڑہ ہے جو انبالہ کے مضافات میں سے ہے اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ راقم الحروف پر شفقت فرماتے ہیں۔

وفات اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی وفات ظاہر بین نگاہوں میں موت ہوتی ہے لیکن چشم حقیقت بین سے دیکھئے تو موت نہیں بلکہ یہ تو حیات و بقا کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ ؎

ہرگز نہ مردآں کہ دلش زندہ شد بعشق ؂ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بقائے دوام کا مرتبہ بروز یکشنبہ ۱۲ر شوال ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۵ر مئی ۱۹۲۴ء کو عطا فرمایا محبی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب مرحوم نے آپ کی وفات کے متعلق کچھ اشعار نظم کئے تھے اس میں کے دو شعر مناسب مقام لکھتا ہوں ؎

روز یک شنبہ پس نصف النہار | روح قدسی رفت نزد کردگار
روح پاکش داخل خلد حسن | شد برحم منت رب زمن

اس شعر کے مصرع اول سے سن عیسوی[۲۴][۱۹] اور مصرع ثانی سے سن ہجری[۴۳][۱۳] نکلتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور لکھکر مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فضائل و کمالات کا صحیح خاکہ جس سے آپکی رفعت شان وعلو مرتبت اور تقرب الی اللہ کما حقہ عیاں ہوجائے اس مختصر میں پیش کرنے سے قاصر رہا جو کچھ معروض ہوا اس کو "مشتے نمونہ از خروارے" سمجھ لیا جائے۔ اب اصل رسالہ اور اس کے مضمون وحدۃ الوجود والشہود کی طرف توجہ منعطف فرمائی جائے میں نے عرض کیا تھا کہ اکابر سلف اپنے اپنے وجدان کے لحاظ سے مختلف ہو کر بعض وحدۃ الوجود کے قائل ہوئے اور بعض وحدۃ الشہود کے۔ اسی سلسلہ میں گذارش ہے کہ نجات اخروی اس مسئلہ کے جاننے یا نہ جاننے پر موقوف نہیں جیسا کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرف تنبیہ فرمادی ہے پس ایسے لوگوں کے لئے جو نہ صحیح وجدان رکھتے ہوں اور نہ ایسی علمی استعداد کہ اسکو بخوبی سمجھ سکیں ضروری ہے کہ وہ ایسے باریک مسائل کے درپے نہ ہوں کہ نہ جاننے میں تو کوئی نقص فی الدین لازم نہیں آتا اور غلط سمجھ لینے میں ممکن ہے کہ اصل اسلام ہی سے ہٹکر متاع ایمانی برباد کر ڈالیں نعوذ باللہ منہ۔ بہت سے جہّال صوفیہ کے قدم اس مسئلہ میں لغزش کھا گئے کوئی حلول کا معتقد ہوگیا کوئی خدا کے لئے جسم کا معترف ہوگیا کسی نے ترتّب احکام کو نا قابل اعتنا تصور کر لیا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف عنوان سے ہر دو مسائل کو خوب موضح فرمایا ہے مگر بایں ہمہ اس کے سمجھنے کیلئے بھی استعداد کی ضرورت ہے بغیر پورے طور پر سمجھے ہوئے اپنے سیدھے سادے عقیدے سے آگے نہ بڑھیں اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم کے بعض ایسے حالات کتابوں میں درج ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اس

امر میں دوسرا خیال رکھنے والوں سے ترک تعلق پر تیار ہو گئے اول تو ایسی روایات کی صحت ہی محل نظر ہے دوم بصورت روایت اسکو غلبۂ حال کا نتیجہ قرار دیا جائیگا جو قابل اتباع نہیں ہوتا اس سے دھوکا

تنبیہ | یہ رسالہ ہر مطالعہ کرنے والے کیلئے ایک درس ادب ہے اور بین الاکابر معاملات میں ایک اسوۂ حسنہ ہے ہر دو مسلک وحدت وجود اور وحدت شہود کی اپنے اپنے موقعہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلیغ اور پُر زور انداز میں توضیح فرمادی ہے لیکن رد و قبول سے اجتناب فرمایا کیونکہ ایک طرف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دوسری طرف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس لئے اس موقعہ پر آپنے ہر ایک مفہوم کی توضیح تو کماحقہ کردی ہے مگر ترجیح کسی کو نہیں دی کیونکہ اس موقعہ پر ایسا کرنے میں ایک سوء ادب کا شائبہ تھا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ قائلین وحدت الشہود میں سے تھے اور اس سلسلہ کے مشائخ کا یہی مسلک رہا ہے۔

رسالہ ہذا پر حضرت خطبہ تحریر نہیں فرما سکے تھے کہ سفر دار البقا ناگزیر ہوا الحمد اللہ کہ مضمون رسالہ مکمل ہو چکا تھا حضرت حاجی صاحب مدظلہم کے امر و ارشاد کی تعمیل میں خطبہ کی چند سطور اس خادم الخدام کی تحریر کردہ ہیں نیز کہیں کہیں بین السطور یا حاشیہ پر تسہیل مطلب کے لئے بھی کوئی مختصر لفظ یا جملہ تحریر کردیا جو خفی قلم ہونے کی وجہ سے ممتاز ہے اس میں اگر کوئی سقم ہو تو اس سے حضرت بری الذمہ ہیں اسکو اسی ہیمیرز کی سوء استعداد اور کم لیاقتی کا نتیجہ سمجھیں اس رسالہ متبرکہ کا نام بصوابدید حضرت حاجی صاحب عمت فیوضہم و حضرت صاحبزادہ حکیم ظہور الدین صاحب مدظلہما التوحید تجویز کیا گیا جو صاحب اس رسالہ سے مستفید ہوں وہ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً پر اپنی رحمت خاصہ کے انوار ہمیشہ نازل فرماتا رہے اور حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم کے مقامات قرب مضاعف فرمائے اور اولاد امجاد کو آپ کے نقش قدم پر مستقیم رہنے کی توفیق بخشے اور ان سطور کے رقم کرنیوالے کو بھی دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں کہ یہ غریب اسکا بہت زیادہ محتاج ہے ؎

مگر صاحبدلے روزے برحمت
کند در حال ایں مسکیں دعائے

طالب دعا
اشتیاق احمد دیوبندی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی خلق الانسان ولم یک شیئا فجعلہ سمیعا بصیرا ۰ الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض وما فیھن واکبرہ تکبیرا ۰ لا الہ الا ھو خالق کل شیء فقدرہ تقدیرا ۰ فسبحٰن الذی لم یکن لہ شریک فی الملک وتعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا ۰ ھو الدائم السرمدی الذی وجودہ عین ذاتہ ومعرفتہ لیس الا فی صفاتہ الذی کان العظمۃ ازارہ والکبریاء رداءہ وکان بکل شیء محیطا ۰ ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ وکان غفورا رحیما ۰ اللھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک وصلی اللہ صلوٰۃ دائمۃ متوالیۃ علی رسولہ الذی ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا ۰ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ۰ فسوف یؤتی من اجابہ نعیما وملکا کبیرا ۰ وما ارسلہ الا رحمۃ للعلمین ۰ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۰ وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۰ واھل بیتہ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا ۰ اشداء علی الکفار رحماء بینھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا کثیرا ۝

مقدمہ وجود کلی[1] مشکک ہے بعض افراد میں بالاولیت و بالافضلیت پایا جاتا ہے مثل ذاتِ باری تعالےٰ کے اور بعض میں بالآخریت والمفضولیت مثل ممکنات کے

[1] کلی وہ مفہوم ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے کثیرین پر صادق آئے یا اُس کا نفس تصوّر وقوع شرکت سے مانع نہ ہو۔ اس کی ایک قسم کلّی مُشَکِّک ہے کلی مشکک وہ ہے کہ اُس کا صدق اپنے افراد پر برابر نہ ہو بلکہ اولے واقدم وغیرہ کا تفاوت ہو ۱۲ اشتیاق احمد

نیز ایک موجود بوجوداتِ مختلفہ پایا جاتا ہے جو احکام میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں مثلاً کسی شخص کا وجودِ خارجی جو واقع میں بوجودِ اصلی موجود ہے اُسی شخص کے وجوداتِ ذہنی سے مختلف الاحکام ہے جو مختلف شخصوں کے ذہن میں بوجودِ ظلی متحقق ہے۔

مقدمہ ۲: اہلِ منطق مختلف الرائے ہیں کہ حصولِ اَشیاء بِاَنفُسِہا ہے یا بِاَشباحِہا لیکن بہرحال احکام وجودِ خارجی اور وجودِ ذہنی کے جُدے جُدے ہیں لیکن وجودِ ذہنی کے علم کو بھی وجودِ خارجی کا علم خیال کرتے ہیں کیونکہ بدون حصولِ صورت فی الذہن کے کوئی ذریعہ علمِ خارجی کا نہیں۔ اس سے حصول بانفُسِہا کا دعوٰے مُکابرہ (ہٹ دھرمی ۱۲) ہے۔

مُقدمہ ۳: منطقیوں کے نزدیک کوئی کلی جزئیات سے علیحدہ نہیں پائی جاتی اور جب تک تشخصات نہ لگیں متحقق نہیں ہوتی۔

مقدمہ ۴: اب تک کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا کہ جن الفاظ سے انواع کی تعریف کرتے ہیں مثل حیوان ناطق وغیرہ کے وہ اُن کی ذاتیات ہیں۔

حضرت شیخ اکبر[عہ] محی الدین ابن عربی کے مسلک کے موافق وجود ایک شئ واحد ہے وجوب اور امکان اور عوارضاتِ امکان جملہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا ۱۲) اُس کے عوارض وصفات ہیں موجود فی الخارج اُس کے سوا اور کوئی چیز نہیں اور جملہ اشیاء جن کو عوام موجودات وممکنات کہتے ہیں اُن کا وجود خارج میں نہیں ہے بلکہ اُنکی حقیقت تعینّاتِ وجود ہیں یعنی صورِ علمیہ جن کو اَعیانِ ثابتہ بھی کہتے ہیں اور جو کچھ خارج میں ظاہر ہوتا ہے یہ شیونات وصفات ذات ہیں کہ اسماء معینّہ کا تعلق خاص جن

عہ کتب تصوف میں جہاں لفظ شیخ اکبر بغیر نام کے لکھا جاتا ہے اس سے شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہوتے ہیں۔ آپ ۱۷ رمضان سنہ ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۔ ربیع الثانی سنہ ۶۳۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اسی طرح لفظ امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رح قدس سرہ کے لئے مخصوص ہے ۱۲ اشتیاق

اعیانِ ثابتہ کے ساتھ ہوتا ہے اُن کے مطابق ظہور پذیر ہوتی ہیں فَلَیْسَ فِی الْخَارِجِ اِلَّا ھُوَ اور اعیانِ ثابتہ موجود فی درجۃ العلم بھی ذات کے ساتھ تغایُر فی المفہوم رکھتی ہیں اور تحقق میں جُدے نہیں ہیں اور ایسی صورت میں حمل بالمُواطات درست ہے فَلَیْسَ فِی الْبَاطِنِ اِلَّا ھُوَ۔
پس باطن میں بھی صرف وہی ذات ہے ۱۲

اس کی تفصیل یہ ہے کہ وجود مطلق کو بدون کسی تعیُّن کے ذاتِ بحت اور لاتعیُّن کہتے ہیں اس کی معرفت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ بیت

دُور بینانِ بارگاہِ الست	غیر ازیں پے نہ بُردہ اند کہ ہست

یعنی حضرت ذات اور وجود مطلق شئے واحد ہیں اس درجہ میں کوئی شان اور صفت اُس کے ساتھ تصوُّر نہیں کی جاتی اور اگرچہ اصل اور منبع تمام صفات اور کائنات کا یہی ہے یہی ازلی اور ابدی ہے تغیُّر کوئی یا ذہنی اس میں بالکل نہیں۔ یہی معبود برحق ہے۔ صفات اور شیون اس درجہ میں سب مخفی ہیں نہ بالاجمال نہ بالتفصیل اُن کا کچھ لحاظ نہیں ہے ھٰذَا ھُوَ الْبَاطِنُ وَلَیْسَ بِظَاھِرٍ۔
یہ محض باطن ہے اس میں ظہور بالکل نہیں ہے ۱۲

درجہ دوم تعیُّن اوّل احدیت ذات یعنی اُس نے اپنے علم میں اپنی ذات کو اس طرح متعین کیا کہ وہ مستجمع جمیع صفات کا ہے اور جامع جمیع شیونات کا بالاجمال یہ درجہ بہ نسبت درجہ اول کے ایک تنزُّل ہے یعنی وجود مطلق کا وجود ذہنی ہے اور

عہ یعنی جب کہ ظاہر ہونے والی صرف صفات اور شیون ہیں جن کا تحقق ذات سے جدا نہیں ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ بھی ظاہر ہے وہی ذات ہے ۱۲ عہ موجود فی درجۃ العلم یعنی اعیان ثابتہ جو علم کے درجہ میں موجود ہیں یہ اعیان ثابتہ کے مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔ تفصیل آگے آتی ہے ۱۲ سہ نسبت موضوع کی محمول کی طرف اگر بواسطۂ فی یا ذُو یا لہٗ وغیرہ کے ہوگی تو اُس کو حمل بالاِشتقاق کہینگے اور اگر بلاواسطہ ہوگی تو اس کو حمل بالمواطاۃ کہینگے جیسا کہ نسبت علم کی زید کی طرف بالاشتقاق ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ زید علم ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ زید ذو علم (یعنی عالم) ہے۔ اور مثلاً نسبت علم کی حدیث کی طرف بالمواطاۃ ہے۔ کہا جائیگا کہ حدیث علم ہے ۱۲ اشتیاق احمد للعہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ انفکاک شیون وصفات باعتبار ملاحظہ عارف کے ہے نہ باعتبار نفس الامر کے (بقیہ صـ۳۲ پر)

قدیم ہے۔ متأخر بالذات۔ درجۂ اول کو اس پر تقدّم ذاتی ہے اور مغائرت صرف
تقدم زمانی نہیں ۱۲
اعتباری ہے۔ ذات میں دونوں ایک ہیں۔

درجہ سوم[۳] تعیّن ثانی ہے یعنی ذات مطلق نے اپنی ذات کو بجمیع شیونات و بجمیع صفات و اسماء درجۂ علم میں تفصیل متعین کیا کہ ہر ایک ان میں کس طور پر ظاہر ہو سکتا ہے اور اُس کا مَظہر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جملہ ما کان و ما یکون کی تفاصیل اور صورتیں اس مرتبہ میں درجۂ علم میں ایک دوسرے سے متمیز اور جُدے جُدے ہیں لیکن تحقّق کونی میں سوائے ذاتِ مطلق کے کوئی چیز ظاہر نہیں ہے انہیں تعینات کا نام اعیان ثابتہ ہے جن کو حضرت شیخ اکبرؒ حقائق اشیاء فرماتے ہیں اور یہ حضرت ذات سے صرف اُس کے علم میں متمیز ہیں اور وجود کونی میں اُس کے ساتھ متحد ہیں اسی کو حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ع کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند۔ یہ تجلّی ذات کی ذات میں ہے اپنے علم کو ایک آئینہ بنایا اور اُس کے اندر اپنے کمالات کو آپ دیکھا خارج میں وحدت رہی اور علم میں کثرت متحقق ہوئی اس کو بھی درجۂ اول سے تأخر ذاتی ہے زمانی نہیں۔

اس کے آگے کثرت کا درجہ شروع ہوتا ہے۔ روحانی ہو یا مثالی یا کونی وہ اس طرح ہے کہ جس چیز کے ظہور کا وقت آتا ہے اسماء اور شیونات مطابق اعیان ثابتہ کی مشیتِ ایزدی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں بوجود ظلی یعنی ظلّ اعیانِ ثابتہ فی عین الوجود۔ جیسا کہ
جو اعیان ثابتہ عین وجود میں ہیں اُن کا ظل ۱۲

(بقیہ صفحہ ۳۱) کہ ذات کا شیون و صفات سے خالی ہونا محال ہے ۱۲ عـہ تنزل کے یہ معنے ہیں کہ شے اپنے اصلی وجود میں بعینہ باقی رہ کر ظلی طور پر ایک دوسرا وجود اختیار کرے ۱۲ ـہ جب ہم کسی واقعہ کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ہمارے ذہن میں ایک اجمالی مفہوم آتا ہے۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ تفصیلات آتی ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح ذہن میں ایک درجہ اجمالی مفہوم کا ہوتا ہے اسی طرح وجود مطلق کے ساتھ شیون و صفات یہاں اجمالاً ملحوظ ہیں تو یہ درجہ مشابہ ہے وجود ذہنی کے ۱۲ اشتیاق احمد (حاشیہ صفحہ ھذا) عـہ اعیان ثابتہ کی یہ تعریف حضرت شیخ اکبرؒ کے مسلک کے مطابق ہے۔ حضرت امام ربانیؒ اس سے اختلاف کرتے ہیں اُن کا مسلک آگے مذکور ہوگا ۱۲ عـہ کسی شے کے ظہور کو مرتبہ ثانی میں ظل کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

اعیان ثابتہ ظلّ اسماء ہیں فی صِفَتِ العلم اور صورتِ خارجیہ اختیار کرتے ہیں اور وہ نہیں ہیں مگر اسماء وصفات الٰہی جو متحد ہیں وجود میں اُس کے ساتھ اور عارض ہیں اُس کو اور وجود معروض اور عوارض کا ایک ہی ہے فَلَیْسَ فِی الظَّاھِرِ اِلَّاھُو اس مسئلہ (تو ظاہر میں سوائے اُس کی ذات کے کچھ نہیں ۱۲) کا نام وحدۃُ الوجود ہے۔ تمام مشائخ متقدمین اور متاخرین اس میں متفق القول ہیں جو شخص کسی سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور سلوک طریقہ کا اختیار کرتا ہے وہ کثرت سے وحدت کی طرف چلتا ہے۔ کثرت مزاولت ذکر اور توجّہ شیخ سے جلد یا بدیر کثرت اُس کے وجدان سے دُور ہوتی ہے اور وحدت غالب ہوتی ہے۔ ابتداءً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کائنات میں ایک شے ساری ہے اور وہی اُن کی ہستی کا راز ہے اس کو اُن کی اصطلاح میں حقیقۃُ الحقائق کہتے ہیں۔ بہت سے اشخاص اسی کو حضرت ذات خیال کرتے ہیں شروع میں وہی مطلوب اور مرغوب معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت مطلوب حقیقی وراء الوراء ہے لہٰذا اس پر نفی کھینچنے سے حالت بدل جاتی ہے اور اُس پر نفی کھینچنے سے کچھ اور ہوتا ہے فَھَلُمَّ جَرًّا (اسی طرح بڑھتے رہو ۱۲)۔ متبعان حضرتِ شیخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذات تمام کائنات میں ساری ہے لیکن اس کو حلول کہنا غلط ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے جیسا کہ شربت میں پانی اور شکر[ع] بلکہ جیسا کہ جسم میں روح۔ پھر تجلّی افعال منکشف ہوتی ہے۔ یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افعال تمام اشخاص کے منسوب کسی ایک کی طرف ہیں اور کاسبان فعل ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول، صاحب ارادہ ہوں یا غیر ارادہ سب کا فاعل ایک ہی ذات ہے۔ اس وقت میں اسباب ظاہری پر اعتماد نہیں رہتا توکّل اور رضاء بالقضا غالب ہوتی ہے۔ اور مقاصد کے واسطے ظاہری جدوجہد کرنے کو

ع اس لیئے کہ وہ ذات منزہ ہے ترکیب سے اور اس مثال میں شکر شربت کی ترکیب میں داخل ہے ۱۲

جی نہیں چاہتا۔ اس کے بعد تجلّی صفاتی میں کل صفات ایک ہی ذات کی طرف منسوب معلوم ہوتی ہیں پھر تجلّی ذات میں وحدتِ وجود۔

یہ مسئلہ ایک وجدانی مسئلہ ہے جن کے قلوب کثرت ذکر سے اور صحبت اہلِ حال سے نورانی ہو جاتے ہیں اُن کو بلا قصد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وجود ایک ہی ہے اور جملہ کائنات اُس کے عوارِض ہیں خواہ وہ اس کے متعلق اصطلاحاتِ الفاظ کو جانی یا نہ جانے اور اُس کے بیان کرنے پر قادر ہو یا نہ ہو اور سلوک طریقہ میں اس حالت کا حاصِل ہونا مطلوب ہے اگر قوم کی کتابیں دیکھکر اور الفاظ کی اصطلاحات معلوم کر کے اس کو بیان کرے تو وہ کچھ نہیں ہے اُس کی ایسی مثال ہے کہ نابالغ لڑکا قویّ الشہوۃ جوانوں کی حکایات بیان کرے۔

وجود کا لفظ مصدر ہے اور وہ معنے اضافی ہیں جس کا تحقُّق صرف ذہن میں پایا جاتا ہے اور موجودات کو عارض ہوتے ہیں۔ یہاں یہ معنے مراد نہیں ہیں بلکہ ما بہ الموجودیۃ (وہ چیز جس سے موجود ہونا متعلق ہے ۱۲) ہے شیخ اکبرؒ اور اُن کے مقلدین نے اس مسئلہ کو دلائِل عقلیہ سے بھی ثابت کیا۔ چنانچہ اُن کی عمدہ دلائل میں سے یہ ہے کہ اگر ہم کائنات میں غور کریں تو بجز عوارضِ ناپائدار کے جو حضرتِ وجود کو عارض ہیں اور کچھ نہیں ملتا مثلاً زید و عمر و بکر و خالد وغیرہ جزئیات پر غور کرو تو وہ انسان مع تشخصات ہیں اور وہ تشخُّصات عوارض ہیں جو ہر وقت بدلتے رہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اصل معروض انسان ہے۔ اب انسان کی حقیقت میں غور کیا وہ حیوان ناطق ہے اور ایسے ہی فرس حیوان صاہل اور حمار حیوان ناہِق وغیرہ وغیرہ جملہ انواع حیوانات حیوان میں شریک ہیں اور اپنی فصول کے ساتھ ایک دوسرے سے متمیز ہیں لیکن

آج تک اہلِ منطق کو کوئی دلیل ایسی نہیں ملی جس سے قطعاً ثابت ہو جائے کہ صرف ناطق اُس کی فصل[عہ] ہے اور داخلِ ماہیت ہے۔ مخالف کہہ سکتا ہے کہ ناطق بھی ایک خاصہ[عہ] ہے جیسا کہ ضاحک۔ اس کے جواب میں اہلِ منطق صرف یہ کہتے ہیں کہ اگر ناطق اس کے لیے فصل نہیں ہے تو کوئی اور مفہوم جو ناطق کے مرادف ہو فصل ہوگا لیکن اس کو بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں کر سکے۔ پس بیش ازیں نہیں ہے کہ حیوان کے واسطے ناطق اور صاہل وغیرہ جن کو فصول کہا جاتا ہے ایسے ہی عوارض ہیں جیسے کہ انسان کے واسطے تشخصات زید و عمرو و بکر وغیرہ اور اسی طرح سے حسّاس۔ متحرّک بالارادہ وغیرہ جو حیوان و شجر کو جسم نامی سے متمیز کرتے ہیں جسمِ نامی کے عوارض ہیں اور ممیزات شجر و حجر جسم مطلق[سہ] کے عوارض ہیں اور ممیّزات جسمِ مُطلق اور ارواحِ مجردہ جوہر کے عوارض ہیں اور ممیزات جوہر و عرض ممکن کے عوارض ہیں اور ممیزات ممکن و واجب وجود کے عوارض ہیں پس معلوم ہوا کہ موجود حقیقۃً صرف شئے واحد ہے جس کا نام وجود ہے جو عین وجود ذات باری تعالےٰ ہے جو اپنی مختلف صفات وشیون کے اعتبار سے تشخُّصات مختلفہ اختیار کر کے کبھی جوہر کی شکل میں کبھی عرض کی شکل میں ظہور[للہ] پذیر ہوتا ہے۔ ھٰذا کلامہٗ۔

شبہۃٌ قویّۃٌ

عقائد کی کتابوں کے شروع میں بیان کیا گیا ہے حقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ یعنی

عہ فصل وہ کلی ہے جو کسی نوع کی ایسی ماہیتِ ذاتی کو ظاہر کرے کہ اُس کے افراد کو مشارکاتِ جنسیہ سے متمیز کر دے ۱۲ عہ خاصہ وہ کلی ہے جو خارج ذات ہو اور ایک حقیقت کے ساتھ مختص ہو جیسے ضحک کہ اس کو انسان کے ساتھ مخصوص کہتے ہیں ۱۲ سہ جسم مطلق وہ ہے جو قابل ابعاد ثلاثہ ہو یعنی جس میں طول عرض، عمق پایا جا سکے ۱۲ للہ ز دریا موجِ گوناگوں برآمد ÷ ز بیچونی برنگِ چوں برآمد ۱۲

اشیاءعالم نفس الامر اور حقیقت میں موجود ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اشیاء کے ثبوت و وجود کا اعتقاد نہ رکھے وہ اسلام کے عقیدہ سے خارج ہے۔کیونکہ وجود و ثبوت کے ایک ہی معنے ہیں حالانکہ ایسے مشائخِ عظام جن کی نسبت تمام اہل اسلام بزرگ اور اولیاء اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اُن کے اعتقاد کے موافق کسی چیز کی حقیقت ثابت نہیں۔

جوابؔ اس کا یہ ہے کہ عقائد کی کتابوں میں جس جگہ لکھا ہے حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَۃٌ مقصود اُس سے سوفسطائیہ کی تردید ہے اور سوفسطائی ایک فرقہ ہے جس کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی چیزِ عالم میں حقیقۃً موجود نہیں ہے۔انسان ہو یا غیر انسان اور جب وہ موجود نہیں تو اُن کے افعال پر ترتّبِ آثار جزاو سزا کچھ نہیں ہے۔اس سے غرض اُن کی یہ ہے کہ جنت و دوزخ حساب و کتاب معاملاتِ آخرت جن کا اعتقاد شریعت میں ضروری ہے وہ اُن سب کا انکار کرتے ہیں لہٰذا وہ خارج از دائرہ اسلام ہیں برخلاف حضراتِ مشائخ کے کیونکہ اُن کے عقیدہ کے موافق ترتّب آثار جزاو سزا جیسا کہ شریعت نے بیان کیا متحقق ہے اور یہ طلسم خداوندی ہے کہ معدومات میں اپنا جلوہ فرما کر اُن کو ہست کی صورت میں ظاہر کیا اور اپنے امر و نہی کا مقیّد کر کے اُن پر جزاء و سزا مرتب کی ہے۔

الغرض یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔اور اُن کے نزدیک اگرچہ اعیانِ[عـه] خارجہ خود

عـه صوفیہ کے نزدیک بھی خارج میں بجز ذات وصفات واجب جل شانہ کوئی چیز ثابت و موجود نہیں ہے مگر حق تعالےٰ نے اپنے کمال قدرت سے عالم عدم میں ہر اسم کے لئے اسماء میں سے مظہر متعین فرمایا اور حس اور وہم کے مرتبہ میں جب اور جس طرح چاہا خلق فرمایا اور صفت ایجاد نے اس سے متعلق ہو کر اس مرتبہ حس و وہم کو درجہ نفس الامری عطا فرمادیا اس لئے حقائق اشیاء ثابت اور ترتّب آثار واحکام سب حق ہے یہ درجہ نفس الامری گویا ظل ہے[٢عـه]

عـه موجودات عالم زمین آسمان ارواح ملائکہ انسان حیوان وغیرہ سب اعیان خارجہ ہیں ۱۲

٢عـه مرتبہ خارج حقیقی کا۔ مرتبہ حس و وہم کا بیان تکملہ میں مطالعہ کریں ۱۲ اشتیاق احمد

خارج میں موجود نہیں ہیں لیکن حقیقۃُ الحقائق جو ان میں ساری ہے وہ خارج میں موجود ہے۔ بخلاف سوفسطائی کے کہ وہ بالکل وجود کے منکر ہیں۔

تنبیہ نجاتِ اُخروی اس مسئلہ کے جاننے اور نہ جاننے پر موقوف نہیں لیکن جن اشخاص پر اس کا رنگ چڑھا ہے اُن کو عبادات میں ایسی لذت اور اخلاص حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے شخصوں کو اس کا عُشرِ عشیر بھی حاصل نہیں ہوتا اور ان کو ایسی باریک حقائق ودقائق منکشف ہو جاتی ہیں کہ دیگر اشخاص اُس کو سمجھ نہیں سکتی مگر بہت کم۔

حضرت شیخ اکبرؒ کے نزدیک حضرتِ وجود عین ذاتِ مطلق لاتعیّن ہے اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اعیان خارجیہ جواہر ہوں یا اعراض اشخاص ہوں یا انواع واجناس سب اُس کے عوارض اور شیون ہیں اگرچہ مفہومات اُن کے جُدا ہیں مگر مصداق سب کا ایک ہے اور جن اشیاء کا مصداق ایک ہو اور مفہوم علیحدہ علیحدہ اُن میں حمل درست ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ کہتے ہیں ؎

ہمسایۂ وہمنشین وہمرہ ہمہ اوست	در دلقِ گدا واطلسِ شہ ہمہ اوست
در انجمنِ فرق ونہاں خانۂ جمع	باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اور نیز مطلق مقید پر صادق آتا ہے۔ پس کہا جاتا ہے زید وعمرو وخالد وغیرہ وغیرہ

ع جوہر وہ ہے جو قائم بالذات ہو یعنی اُس کا پایا جانا محتاج نہ ہو دوسرے وجود کا۔ عرض وہ ہے جو بغیر دوسرے وجود کے نہ پایا جا سکے جیسے رنگ عرض ہے جو کہ بغیر جسم کے جو کہ جوہر ہے نہیں پایا جا سکتا ۱۲ ع کلی اگر اپنے افراد کی عین حقیقت ہوگی تو اُس کو نوع کہیں گے جیسے انسان جو اپنے افراد زید۔ عمرو وغیرہ کا عین حقیقت ہے۔ اگر کلی اپنے افراد کے داخل حقیقت ہو اور مساوی نہیں اُس کو جنس کہتے ہیں جیسے حیوان کہ اپنے افراد حیوان ناطق (انسان) وغیرہ کی داخل حقیقت ہے مگر مساوی نہیں۔ اگر مساوی ہوگی تو اس کو اصطلاح منطق میں فصل کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد

انسان ہیں اور انسان و فرس وغیرہ حیوان ہیں اور حیوانات و شجر جسم نامی ہیں اور یہ سب جسم مطلق ہیں اور جملہ اجسام مع ارواح مجردات کے جوہر ہیں اور جملہ جواہر و اعراض ممکن ہیں اور جملہ ممکنات وہ ذات مطلق ہیں۔

لیکن ہر درجہ کے واسطے جو الفاظ معینہ ہیں وہ دوسرے پر اطلاق کرنا درست نہیں ہے۔ زید عمرو وغیرہ کو نوع نہیں کہہ سکتے اور انسان کو جنس نہیں کہہ سکتے اسی طرح معبود۔ خدا۔ اللہ۔ الٰہ وغیرہ مخصوص ہیں ذاتِ مطلق من حیث الاطلاق کے واسطے بولنے کیواسطے کسی مقید پر ان الفاظ کا استعمال کرنا درست نہیں۔ کسی بزرگ کو ان الفاظ سے خطاب کرنا کفر ہے۔ ذاتِ مطلق باطن اور مخفی ہے۔ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (اُس کو نگاہیں نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پاتا ہے ۱۲) اُس کے کمالات بھی مخفی تھے اُن کا اظہار تنزُّلات فرما کر کیا۔ تنزُّل کے یہ معنے ہیں کہ شئے اپنے اصلی وجود میں بعینہ باقی رہکر ظلی طور پر ایک دوسرا وجود اختیار کرے۔ مثلاً آفتاب کا ظلّی وجود آئینہ ہائے مختلف اشکال والوان میں مختلف جلوے پیدا کرتا ہے اور درحقیقت وجود ایک ہے جو مخصوص بآفتاب ہے اسی طرح حضرت وجود نے ابتداءً اپنی صفتِ علم کو آئینہ بنا کر اپنے شیونات کو ظاہر فرمایا جن کا نام اعیان ثابتہ ہے اور حقائق الاشیا بھی۔ پھر ان صور علمیہ کیواسطے اپنی ذات کو آئینہ بنایا جن کو اعیانِ خارجہ کہتے ہیں۔ یہ اعیان ثابتہ کا ظِل ہے جو آئینہ ذات میں نظر آتا ہے۔ اور حقیقۃً ذات کے سوا موجود اور کچھ نہیں ہے پس وجود واحد ہے۔ اُس کے سوا اور کچھ موجود نہیں ہے اور وہ عین ذات باری تعالےٰ ہے۔ اسی کو وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔

اُن کے قول کے موافق ایک کے سوا اور کسی کو موجود سمجھنا شرک ہے کفار مشرکین

بُت پرست وغیرہ اس وجہ سے مشرک کہلاتے ہیں کہ وجود مقید کو بحیثیت مقیّد ہونے کے معبود گردانتے ہیں۔ اگر اُس کفر پر قائم رہکر مقید سے مُطلق کی طرف منتقل ہو جاویں تو واصِل باللہ ہو سکتے ہیں۔

اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنے یہ ہیں[ع۱] کہ معبوداتِ باطلہ جن کو مشرکین نے معبود بنایا ہے درحقیقت اُن کا وجود ذات مطلق سے جُدا نہیں ہے۔ بلکہ مثل اعیان کے عوارضِ ذات ہیں اور موجود بوجودہ ہیں (یعنی موجود ہیں ذات مطلق کے اسی وجود کے ساتھ ۱۲) اور یہ معنے نہیں ہیں کہ ماوراء ذات پاک کے جن کو معبود قرار دیا گیا ہے وہ موجود تو ہیں لیکن قابل معبود ہونے کے نہیں ہیں۔

حضرت شیخ اکبرؒ نے جو کچھ فرمایا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ موجودات کی جو عِلم الٰہی میں موجود ہیں حقیقت اشیاء کی وہی ہیں اور اُنکا تحقُّق صرف عِلم الٰہی کے اندر ہے وہ خود عین ذات ہیں یعنی ذات کو علم میں تشخُّصات کے ساتھ معیّن کیا ہے۔ یہ ایک مقدمہ ہوا اور مقدمہ ثانی یہ ہے کہ خارج میں خود ذات نے مطابق اعیان ثابتہ کے ظلّی طور سے ظہور قبول کیا۔ اس طرح پر کہ اعیانِ ثابتہ درجۂ علم سے باہر نہیں ہوئے اور یہ ظِل[ع۲] حضرتِ ذات کے ساتھ وجود میں متحد ہے۔ ان دونوں مقدموں کے مان لینے سے تقریب تمام ہو جاتی ہے اور مُدّعا ثابت ہوتا ہے بایں صورت کہ اشیاء درحقیقت اعیان ثابتہ ہیں اور اعیان ثابتہ صرف علم الٰہی میں موجود ہیں خارج میں نہیں نتیجہ یہ نکلا کہ اشیاء درحقیقت صرف علم الٰہی میں موجود ہیں خارج میں نہیں۔ اعیان خارجہ ظلال اسماء وشیون (الہیہ بمنزلہ) ہیں اور

[ع۱] لاالہ الا اللہ کے یہ معنے شیخ اکبرؒ کے مسلک کے لحاظ سے بیان فرمائے گئے ہیں اپنی طرف سے نہیں ۱۲

[ع۲] حضرت امام ربانی رحؒ کا ارشاد یہ ہے کہ ظل اور ذی ظل متحد نہیں ہوتے اُن کو ایک کہنا غلطی ہے جیسا کہ آگے آئیگا۔ ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ظلال اسماء عین ذات ہیں پس اعیان خارجہ عین ذات ہیں۔
یہ دوسرا مقدمہ ہے یعنی کبرے ۱۲ ۔ یہ نتیجہ ہے ۱۲
حضرت امام ربانی (مجدد الف ثانی رح) ان دونوں مقدموں کو تسلیم نہیں کرتے چنانچہ اُن کی تقریر ذیل میں درج ہے۔

الوجود لفظ وجود عرف میں معنی مصدری پر بولا جاتا ہے جو معقولات ثانویہ[ع۱] سے ہے اور خارج میں موجود نہیں ہے اور اشیاء پر بالاشتقاق محمول ہوتا ہے بالمواطاۃ نہیں چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْوَاجِبُ مَوْجُوْدٌ اَلْمُمْکِنُ مَوْجُوْدٌ اور نہیں کہا جاتا اَلْوَاجِبُ وُجُوْدٌ اَلْمُمْکِنُ وُجُوْدٌ اس معنے کر یہ کلی مشکک ہے پس واجب موجود ہے بالاولیت والاولویت اور ممکنات موجود ہیں بغیرہما اور نیز وجود یا بالذات ہے یا بالعرض۔ بالذات وہ کہ خود متحقق ہو محتاج محل کا نہ ہو مثل ثوب کے اور بالعرض وہ کہ کسی محل میں پایا جاوے اور اُس کے وجود کیساتھ موجود ہو مثل سواد و بیاض ثوب کے۔ نیز وجود یا موجود ہے بوجود اصلی۔ یا بوجود ظلی اور ظلی یا قائم ہے ذی ظل کے ساتھ یا اُس کے غیر کے ساتھ۔ وجود اصلی جیسے کہ شمس اور زید اپنے وجود اعیانی کے ساتھ ہیں جو موجود فی الخارج ہے۔ اور ظلی قائم بذی ظل جیسے کہ شعاع شمس آئینہ[ع۲] میں۔ اور ظلی قائم بغیر ذی ظل جیسے کہ فوٹو زید کا کاغذ پر اور صورت ذہنیہ اُس کی کسی شخص کے ذہن میں۔ یہ سب بیان اُس وجود کا ہے جو کلی مشکک ہے

[ع۱] جن اشیاء کا ظرف عروض صرف ذہن ہو اور خارج میں اُن کا وجود نہ پایا جائے اُن کو معقولات ثانویہ کہتے ہیں۔ وجود یا عدم بمعنے مصدری معقولات ثانویہ میں سے ہے کیونکہ یہ صرف ذہن میں پائے جاتے ہیں ۱۲

[ع۲] شمس کا وجود جو آئینہ میں نظر آتا ہے وہ وجود ظلی ہے اصلی شمس کا۔ شمس کو ذی ظل کہا جائیگا۔ اگر شمس آئینہ کے مقابل نہ رہیگا تو یہ وجود ظلی بھی نہ رہیگا کیونکہ وہ قائم ہے ذی ظل یعنی شمس کیساتھ اور زید کا فوٹو کاغذ پر جو کہ ظل ہے زید کا جو ذی ظل یعنی زید کیساتھ قائم نہیں بلکہ غیر ذی ظل یعنی کاغذ کے ساتھ قائم ہے ۔۱۲

اور عوام اُس کو وجود کہتے ہیں لیکن اصطلاح صوفیہ میں وجود ایک حقیقت ہے جو موجود بذاتہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں جملہ ممکنات اُس کے محتاج ہیں۔ اس وجود کو مابہ الموجودیہ کہتے ہیں۔ یہ ذات باری کا عین ہے اور اس پر بالمواطات صادق آتا ہے بالاشتقاق نہیں۔ پس کہا جاتا ہے واجب تعالےٰ وجود ہے اور نہیں کہا جاتا واجب تعالےٰ موجود ہے اور جزئی حقیقی[1] ہے۔

فصل حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رح کے نزدیک حقائق اشیاء کی اعیان[2] ثابتہ نہیں بلکہ اعیان ثابتہ کے عدمات[3] ہیں جو ہر ایک عین ثابتہ معینہ کی طرف مضاف ہونے سے مشخص ہو گیا ہے اور ظلال اسماء و صفات الٰہی کے ذریعہ سے اُس کو صورتِ خارجیہ بخشی گئی ہے۔ پس مادہ اشیاء کا وہ عدمات مخصوصہ ہیں اور ظلال اسماء اُن کی صورت اور یہ صورت مطابق ہے اُن اعیان ثابتہ کے جو علم الٰہی میں موجود ہیں۔ اور ظلال اشیاء کے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح کے نزدیک عین اشیاء کے نہیں ہیں بلکہ غیر اُن کے ہیں۔ پس اشیاء موجود ہیں فی الخارج بوجودات ظلیہ اسماء و صفات اور وحدت جو مشہود ہے وہ صرف[4] شہود میں ہے یعنی ان کے نزدیک

[1] جزئی حقیقی اُس شے کو کہتے ہیں کہ نفسِ تصوّر اُس کا معنے کلی کے رکھتا ہے مگر صرف ایک فرد پایا جاتا ہے اور دوسرے کا پایا جانا ممتنع ہے۔ ۱۲ اشتیاق احمد [2] حضرت مجدد صاحب رح کے نزدیک اعیانِ ثابتہ کی حقیقت وہ نہیں ہے جو پہلے بیان ہوئی۔ اس مکتوب میں جو آگے نقل کیا جائیگا آپ نے اعیان ثابتہ کی حقیقت تحریر فرمادی ہے یہ عبارت "پس اعیان ثابتہ نزد ایں فقیر الخ" مطالعہ کیجیئے۔ یہاں مولانا اعیان ثابتہ کے اُسی مذکور سابق معنے کو ملحوظ رکھ کر مسئلہ کی تقریر فرماتے ہیں ۱۲ [3] عدم مطلق مرتبہ تفصیل میں آکر جب مقابل ہوگا وجود مطلق کے مرتبہ تفصیلی کے تو اُس کی ہر تفصیل اور ہر عین کے مقابل ایک عدم ہوگا جو مشخص ہوگا اپنے عین ثابتہ بالمقابل کی طرف مضاف ہونے سے۔ اسی کو عدمہ فرمایا گیا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ [4] یعنی وحدت جو ایک صاحبِ حال ملاحظہ کرتا ہے باعتبار حقیقت وحدت نہیں ہے ۱۲

ہمہ اوست صحیح[ع۵] نہیں ہے ہمہ از وست صحیح[ع۶] ہے۔ حضرت امام ربانیؒ نے مکتوب دو صد و سی و چہارم جلد اول مکتوبات میں بنام مخدوم زادہ کلاں حضرت شیخ محمد صادق رحؒ تحریر فرمایا ہے۔ جو بتفصیل بیان کیا ہے۔ چنانچہ قدرے اس میں سے التقاط[ع۷] (انتخاب ۱۲) کرکے ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:۔

اعیان ثابتہ نزد صاحب[للہ] فصوص علیہ الرحمۃ عبارت از ہماں کمالات مفصلہ است کہ در خانہ علم وجود علمی حاصل کردہ است و نزد فقیر حقائق ممکنات عدمات اند کہ ماوائے ہر سر و نقص اند باآں کمالات کہ در آنہا منعکس گشتہ اند این سخن تفصیلے می طلبد بگوش ہوش باید شنید۔ بداں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ عدم مقابل وجود ست و نقیض اوست پس بالذات منشاء ہر شر و نقص باشد بلکہ عین ہر شر و فساد بود چنانچہ وجود در مرتبہ اجمال عین ہر خیر و کمالات ست و چنانچہ حضرت وجود در موطن اصل الاصل محمولِ بر ذات تعالیٰ بطریق اشتقاق نیست

صاحب فصوصؒ کے نزدیک اعیان ثابتہ وہ مفصل کمالات ہیں کہ انہوں نے خانہ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقیقت عدمات ہیں جو ہر شر اور نقص کا ماوی ہیں مع اُن کمالات کے کہ اُن میں منعکس ہوتے ہیں یہ بات تفصیل طلب ہے، ہوشیار ہوکر سنو اللہ تعالیٰ تمھاری رہنمائی کرے سمجھو عدم وجود کا مقابل اور اُس کی نقیض ہے پس وہ بذاتہٖ ہر نقص اور شر کا منشا ہوگا بلکہ ہر شر اور نقص کا عین ہے چنانچہ جو اجمالی مرتبہ میں ہر خیر اور کمال کا عین ہے اور جیسا کہ حضرتِ وجود اصل الاصول کے لحاظ سے ذات تعالیٰ پر

ع۵ کیونکہ ظل شے عین شے نہیں ہوتا اور مادہ بھی عدمات مخصوصہ ہیں تو صورت اور مادہ دونوں حضرتِ ذات سے جدا ٹھہرے ۱۲ اشتیاق احمد ع۶ کیونکہ یہ سب ظلال اسماء و صفات کی کارفرمائیاں ہیں جنکا منشا وہی حضرت وجود ہے ۱۲ اشتیاق احمد ع۷ ہر انتخاب پر نشان کردیا گیا ہے۔ اور ابتداء سطر سے شروع کیا گیا ہے تاکہ ممتاز رہے ۱۲ اشتیاق احمد للہ صاحب فصوص سے حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

عدم نیز کہ در مقابل آن وجود ست محمول بر
ماہیت عدمیہ بطریق اشتقاق نیست [عہ] ان
مرتبہ آن ماہیت را معدوم نمی تواں گفت
بَلْ هُوَ عَدَمٌ مَحْضٌ ودر مراتب تفصیل علمی
کہ بآں ماہیت عدمیہ تعلّق یافتہ است
جزئیات آں ماہیت متصف بعدم میگردند
وحمل اشتقاق در آنہا راست می آید ومفہوم
عدم کہ گوئیا منتزع از آں ماہیت اجمالیہ
عدمیہ است وکالظل ست مر آں ماہیت را
بر جمیع افراد مفصلۂ آں بطریق اشتقاق حمل
می باشد کما سیجئ وچوں آں عدم در مرتبۂ
اجمال عین ہر شر وفساد بودہ ودر علم اللہ سبحانہٗ
ہر شرے از شرے دیگر جدا گشتہ بود وہر فسادے
از فسادے دیگر امتیاز داشتہ چنانکہ در جانب
وجود در مرتبۂ اجمال حضرت وجود عین ہر خیر
وکمال بودہ ودر مرتبۂ تفصیل علمی ہر کمالے

بطریق اشتقاق کے محمول نہیں ہے وہ عدم بھی جو
وجود مطلق کا مقابل ہے ماہیت عدمیہ پر بطریق
اشتقاق کے محمول نہیں ہے اس لحاظ سے کسی ماہیت
کو معدوم نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ تو عدم محض ہے اور
تفصیل علمی کے مراتب میں جو عدم کہ اُن عدمی
ماہیتوں کو متعلق ہوا ہے اُس ماہیت کی جزئیات
موصوف بعدم ہوتی ہیں اس موقع پر حمل بالاشتقاق
درست ہوتا ہے۔ عدم (بمعنے مصدری) کا مفہوم کہ
وہ ماہیت عدمیہ اجمالیہ سے گویا منتزع کیا گیا ہے
اور اُس کے ظل کے مثل ہے اُس کے تمام افراد مفصلہ
پر بطریق اشتقاق کے محمول ہوتا ہے جیسا کہ اب بیان
ہوگا اور جب کہ وہ عدم اجمال کے مرتبہ میں ہر شر و
فساد کا عین تھا۔ اب علم الٰہی میں ہر شر دوسرے شر
سے جُدا ہو گیا اور ہر فساد دوسرے فساد سے ممتاز ہو گیا
چنانچہ وجود مرتبہ اجمال میں عین ہر خیر وکمال کا تھا
اور تفصیل علمی کے درجہ میں ہر کمال دوسرے کمال سے

عہ بلکہ بالمواطاۃ محمول ہوگا اور اس مرتبہ میں کہا جا سکیگا کہ الماھیۃ عدمٌ یعنی ماہیت عدم ہے ۱۲ اشتیاق۔
عسہ یہاں الماھیۃ معدومۃ نہ کہا جائیگا یعنی ماہیت معدوم ہے ۱۲ سہ کالظل یعنی مشابہ ظل کے ہے
ظل چونکہ وجود کا ہوتا ہے عدم کا نہیں ہو سکتا اس لیئے یہ لفظ استعمال فرمایا گیا ۱۲ اشتیاق احمد لہ جس کو
شیخ اکبرؒ اعیان ثابتہ فرماتے ہیں جیسا کہ گذر چکا۔ ۱۲

از کمالے دیگر امتیاز یافتہ و ہر خیرے از خیرے
دیگر جدا گشتہ پس ہر کمالے ازیں کمالات
وجودیہ در ہر نقصے ازیں نقائص عدمیہ کہ مقابل
اوست در خانۂ علم منعکس گشتہ است و
صور علمیہ یک دیگر باہمدیگر مزجے پیدا کردہ است
وآں عدمات کہ عبارت از شرور و نقائص
اند باآں کمالات منعکسہ کہ در مرتبہ حضرت علم
تفصیل علمی یافتہ اند ماہیاتِ ممکنات اند
غایۃ ما فی الباب آں عدمات در رنگ اصول
و مواد آں ماہیات اند و آں کمالات ہمچو صور
حالّہ در آں پس اعیان ثابتہ نزد ایں حقیر عبارت
ازیں عدمات و ازاں کمالات ست کہ با یکدیگر
ممتزج گشتہ اند و قادر مختار جل سلطانہ ایں
ماہیات عدمیہ را با لوازم اینہا و با کمالات
ظلال وجودیہ کہ در ینہا در حضرتِ علم منعکس
گشتہ اند و ماہیات ممکنات نام یافتہ ہر گاہ
خواست باآں وجود ظلی منصبغ گردانید موجودات
خارجیہ ساخت و مبدأ آثار خارجیہ گردانید۔

ممتاز اور ہر خیر دوسرے خیر سے علیحدہ ہوگیا پس
ہر کمال کمالات وجودیہ میں سے ہر ایک نقص میں
منعکس ہوگیا جو ان نقائص عدمیہ میں سے اس کا
مقابل تھا اور ایک دوسرے کی صورت علمیہ نے
ملکر ایک امتزاج پیدا کرلیا۔ اور جو عدمات کہ شرور
اور نقصانات ہیں مع اُن کمالات کے جو اُن
میں منعکس ہیں حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پاکر
ممکنات کی ماہیات بنے ہیں زیادہ سے زیادہ
یہ بات ہے کہ وہ عدمات بمنزلہ مادہ کے ہیں اور
وہ کمالات بمنزلہ صورت کے پس اعیان ثابتہ
میرے نزدیک اُن عدمات اور کمالات کا مجموعہ
ہے جو آپس میں ملکر بنا ہے اور جب خدا تعالےٰ
ان ماہیات عدمیہ کو پیدا کرنا چاہتے ہیں جو حضرت
علم میں مع اپنے لوازمات کے اور مع اُن کمالات
کے جو ظلّ وجود ہیں اور حضرت علم میں اُن کے
اندر منعکس ہیں اور انہیں کو ماہیات ممکنات کہتے
ہیں تو اُس وجود ظلی کے ساتھ اُن کو رنگ دیتا ہے
اور موجودات خارجیہ بنا کر مبدأ آثار خارجیہ کا کر دیتا
ہے اور جاننا چاہئیے کہ اعیان ثابتہ اور صور علمیہ جو
ممکنات کی حقائق ہیں اُن کے منصبغ کرنے کے

باید دانست کہ منصبغ ساختن صور علمیہ کہ عبارت از اعیان ثابتہ ممکنات اند و ماہیات

ایشان نہ باں معنی است کہ صور علمیہ از خانہ
علم برآمدہ وجود خارجی پیدا می کند کہ آں محال
است و مستلزم جہل تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِكَ
عُلُوًّا كَبِيرًا بلکہ باں معنی ست کہ ممکنات
در خارج بر طبق آں صور علمیہ وجودے پیدا کردہ
اند وورائے وجود علمی وجود خارجی موافق آں
وجودِ علمی حاصل نمودہ در رنگ آں کہ اُستاد
نجار در ذہن صورتِ سریر تصوّر نمودہ در
خارج اختراع آں نماید دریں صورت آں
صورت ذہنیہ سریر کہ در معنے ماہیتِ آں
سریر است از خانۂ علم آں نجار نہ برآمدہ است
بلکہ در خارج آں سریر وجودے بر طبق آں
صورت ذہنیہ پیدا کردہ است فافہم بدانکہ
ہر عدمے بظلّے از ظلال کمالات وجودیہ کہ
در مقابل اوست منعکس و منصبغ گشتہ
در خارج زینتے پیدا کردہ است بخلاف عدم
صِرف کہ بایں ظلال متاثر نہ گشتہ است و
رنگے نہ گرفتہ چگونہ رنگے بگیرد کہ مقابلِ ایں
ظلال نیست اگر مقابلہ دارد بحضرتِ وجودِ

یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ خانہ علم میں سے نکلکر وجود
خارجی پیدا کرتی ہے۔ ایسا ہونا تو محال ہے کیونکہ
اس سے ذات باری کا جہل لازم آتا ہے۔ وہ
اس سے بلند تر ہے بلکہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ ممکنات
خارج میں صور علمیہ کے مطابق وجود پیدا کرتے
ہیں اور علاوہ وجود علمی کے خارج میں اُس کے
موافق وجود حاصل کرتے ہیں جیساکہ کوئی نجار
کاریگر اپنے ذہن میں تخت بنانے کے واسطے
تخت کی ایک صورت تجویز کرے اور اُس کے
مُطابق خارج میں بناوے اندریں صورت تخت
کی صورتِ ذہنیہ جو معنے میں اُس کی ماہیت کے ہے
اُس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی بلکہ خارج
میں اُس کے مطابق تخت موجود ہوگیا ہے اس کو
خوب سمجھ لو۔ جانو کہ ہر ایک جزئی عدم نے بذریعہ
ایک ظلّ کمال کے جو منجملہ ظلال کمالات وجودیہ
کے اُس کا مقابل ہے اور اُس میں منعکس ہے رنگین ہو کر
زینت پیدا کی ہے۔ بخلاف عدم صرف کے کیونکہ وہ
ان ظلال سے متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ رنگین ہوا
وہ کس طرح رنگین ہوتا وہ تو اُن کا مقابل نہیں ہے

صرف دار و تعالےٰ و تقدس۔
پس ذوات ممکنات عدمات باشند کہ ظلال
کمالات وجودی در آنہا منعکس گشتہ مزیّن
ساختہ است پس ناچار ممکنات بالذات ماوائے
ہر شر و فساد باشند و ملاذ ہر سوء و نقص۔ ہر خیر
و کمال کہ در آنہا تعبیہ فرمودہ اند عاریتی ست
کہ از حضرت وجود کہ خیر محض ست فائض شدہ
است آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ
اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ
شاہد این معنی است و چوں از فضل خداوندی
جل سلطانہ این دید عاریت استیلا یابد و کمالاتِ
خود را درست ازاں طرف بیند خود را شر محض یابد
و نقص خالص داند و ہیچ کمالے در خود مشاہدہ
نکند اگرچہ بطریق انعکاس باشد در رنگ آں
شخص کہ برہنہ بود و جامہ عاریت در بر کردہ باشد
و این دید عاریت بروے بکمال استیلا یابد بر نہجیکہ
درست جامہ ہا را در تخیل بصاحبش بدہد سر آئینہ
خود را ذوق برہنہ یابد اگرچہ جامۂ عاریت داشتہ
باشد۔ صاحب این دید مشرف بمقام عبدیت

اگر مقابل ہے تو حضرت وجود علی الاطلاق کا مقابل ہے
پس ممکنات کی ذات وہ عدمات ہیں کہ کمالاتِ
وجودی کے ظلال اُن میں منعکس ہوئے ہیں اور
اُن کو مزین کیا ہے پس بالضرور ممکنات بالذات
ماوے ہر شر و فساد کے اور جائے قرار ہر برائی اور ہر
نقص کے ہوئے جو خیر اور کمال اُن میں ملا ہے حضرت
وجود سے عاریت ملا ہے جو خیر محض ہے یہ آیت شریفہ
اس کی گواہ ہے (ترجمہ) جو بھلائی تجھ کو پہنچے وہ خدا
تعالےٰ سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچے وہ تیرے نفس
سے ہے اور جب خدا تعالےٰ کے فضل سے ایسا مشاہدہ
غالب ہو جاوے اور اپنے تمام کمالات کو اُس طرف
سے دیکھے اپنے کو شر محض پاوے اور خالص نقص جانے
اور کچھ کمال اپنے اندر مشاہدہ نہ کرے اگرچہ بطریق
انعکاس کے مثل اُس شخص کے کہ برہنہ ہو اور مانگے ہوئے
کپڑے پہنے ہوئے ہو اور یہ خیال اُس پر غالب ہو جاوے
اس طرح پر کہ اپنے خیال میں وہ تمام کپڑے اصل مالک
کو دیدے بالضرور برہنہ ہونے کا ذائقہ پاویگا اگرچہ
عاریتی کپڑے پہنے ہوئے ہو۔ ایسا مشاہدہ کرنے والا
مقام عبدیت کیساتھ مشرف ہوتا ہے کہ ولایت کے

میگردد کہ فوق جمیع کمالات ولایت ست۔
تنبیہ این اجتماع شر و خیر و نقص و کمال کہ
فی الحقیقت اجتماع وجود و عدم ست از قبیل
جمع نقیضین نیست کہ تو آن را محال دانی
زیرا کہ نقیض وجود صرف عدم صرف ست و
این مراتب ظلیہ چنانکہ در جانب وجود از ذروۂ
اصل بحضیض تنزلات نزول فرمودہ اند در
جانب عدم نیز آن مراتب ظلیہ از حضیض صرافت
عدم ارتقا نمودہ اند اجتماع اینہا در رنگ
اجتماع عناصر متضادہ است کہ سورت ضدیۂ
ہر کدام را منکسر ساختہ جمع فرمودہ اند فسبحان
مَن جَمَعَ بَینَ الظُّلمَۃِ وَالنُّورِ۔

تمام مراتب سے بالا مرتبہ ہے۔
تنبیہ یہ خیر اور شر اور نقص و کمال کا اجتماع جو کہ
درحقیقت وجود اور عدم کا اجتماع ہے اجتماع
نقیضین نہیں ہے کہ تم اس کو محال سمجھو کیونکہ
وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے اور یہ ظلیہ
مراتب جیسا کہ وجود کی طرف سے اصل کی بلندی
سے تنزلات کی پستی میں اُتر آئے ہیں عدم کی طرف
سے بھی وہ ظلی مرتبے خالص عدم کی پستی سے بلند
ہو گئے ہیں اُن کا اجتماع مثل عناصر متضادہ
کے ہے کہ ہر ایک کے غلبہ کو توڑ کر جمع کر دیا ہے
پس پاک ہے وہ ذات پاک جس نے ظلمت اور
نور کو جمع کیا ہے۔

پس مقرر شد کہ ذوات و اصول ممکنات عدمات
است و صفات نقائص و رذائل ایشان مقتضیات
آن عدمات کہ بایجاد قادر مختار جل سلطانہ بوجود
آمدہ اند و صفات کاملہ در ایشان مستعار از ظلال
کمالات حضرت وجود ست تعالی و تقدس۔

اب ثابت ہو گیا کہ ممکنات کی ذات اور اصل
عدمات ہیں جو نقص اور رذیل خصلتوں کی
مقتضی ہیں وہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے موجود ہوئی
ہیں اور صفات کمال کی اُن میں حضرت وجود تعالیٰ
و تقدس کے کمالات کے ظلال سے مستعار ہیں۔

و چون شیخ اجل شیخ محی الدین بن العربی نظر بر
حقیقت شرارت و نقص و فساد اینہا نینداختہ است

اور چونکہ شیخ اجل شیخ محی الدین بن العربی نے ان
کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت کی طرف

حقائق ممکنات را صور علمیہ حق جل و علا داشتہ
است کہ آں صور در مرآۃ حضرت ذات تعالےٰ و
تقدس کہ در خارج جز او موجود نمی داند انعکاس
پیدا کردہ نمود خارجی حاصل کردہ است و آں
صور علمیہ را غیر از صور شیون و صفاتِ واجبی
ندانستہ است جل سلطانہ لاجرم حکم بوحدتِ وجود
کردہ است و وجود ممکنات را عین وجود واجب گفتہ
تعالیٰ و تقدس و شر و نقص را نسبی گفتہ نفی شرارتِ
مطلق و نقص محض کردہ است ازیں جا است کہ
ہیچ چیز را قبیح بالذات نمی داند حتی کہ کفر و
ضلالت را نسبت بایمان و ہدایت بدمی داند
نہ نسبت بذوات خود کہ آں را عین خیر و صلاح
می انگارد و نسبت بارباب خود اینہارا باستقامت
حکم مینماید و کریمۂ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ
بِنَاصِیَتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
شاہد این معنی میسازد آرے ہر کہ حکم بوحدتِ
وجود نماید از امثال ایں سخنان چرا تحاشی
فرماید۔ انتھیٰ کلامہٗ ملتقطًا۔

نظر نہیں کی اس واسطے ممکنات کی حقائق
کو حق جل وعلا کی صور علمیہ مقرر رکھا ہے کہ وہ صور علمیہ
کہ حضرت ذات تعالےٰ و تقدس کے شیشہ میں کہ خارج
میں اُس کے سوا کسی چیز کو موجود نہیں جانتے ہیں منعکس
ہو کر خارج میں دکھائی دیتی ہیں اور اُن صور علمیہ کو صور
شیون و صفاتِ واجبی جل سلطانہ کے سوا اور کچھ
نہیں سمجھتے ہیں اس واسطے اُنہوں نے وحدتِ وجود کا حکم
کیا ہے اور وجود ممکنات کو عین وجود واجب تعالےٰ
و تقدس کہا ہے اور شر اور نقص کو ایک امر نسبی کہکر
شرارت اور نقص محض کی مطلقًا نفی کی ہے اسی واسطے
کسی چیز کو قبیح بالذات نہیں جانتے یہانتک کہ
کفر اور ضلالت کو بہ نسبت ایمان اور ہدایت کے بد
جانتے ہیں اور بہ نسبت اُن کی نفس ذات کے بعینہ خیر
و صلاح جانتے ہیں اور اُن لوگوں کو جو اس کے مرتکب
ہیں اُس پر مستقیم رہنے کا حکم دیتے ہیں اور آیۂ کریمہ مَا مِنْ
دَآبَّۃٍ الخ کو اپنا شاہد بناتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک
جاندار کی پیشانی اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے
بیشک میرا رب راہِ مستقیم پر ہے۔ بیشک جو شخص کہ
وحدتِ وجود کا قائل ہو وہ ایسی باتیں کہنے سے کیوں بچے۔

یہ عبارت مذکورہ بالا بزبان فارسی حضرت امام ربانی رح کے مکتوبات میں سے مکتوب (۲۳۴)
دوسوچونتیسویں میں سے فقرے فقرے چھانٹ کر لکھی گئی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وجود
بمعنے ما بہ الموجودیۃ جس کو امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ذات باری تعالے پر
بالمواطات حمل ہوتا ہے بالاشتقاق نہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ذات باری تعالے
وجود ہے اور یہ نہیں کہتے کہ ذاتِ باری تعالے موجود ہے۔ وجود بایں معنے حضرت
شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی عین ذات باری تعالے ہے۔ اور حضرت امام
ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی عین ذات باری تعالے ہے اور وجود بمعنی مصدری
جو ذات باری تعالے شانہ اور ممکنات پر بالاشتقاق بولا جاتا ہے۔ یعنی کہا جاتا ہے
کہ واجب تعالے شانہ موجود ہے اور ممکنات سب موجود ہیں اس کی نسبت حضرت
شیخ اکبر رح یہ فرماتے ہیں کہ یہ وجود بھی مخصوص بذاتِ باری تعالے ہے خارج میں جو کچھ موجودات
معلوم ہوتے ہیں یہ اُسی ذات پاک کے ظلال اور عوارض ہیں جو اُسی کے وجود کیساتھ موجود
ہیں اُن کا وجود اُس کے وجود کے سوا اور کچھ نہیں ہے ظاہر میں کثرت کا وہمی طور سے نمود
ہی نمود ہے وجود کچھ بھی نہیں اور یہ نمود اُس نمونہ کے مطابق ہے جو علم الٰہی میں متعین ہو چکا ہے
اور تعین اسماء وصفات الٰہی کے اعتبارات ہیں اور شئے کو مختلف اعتبارات کیساتھ اعتبار
کرنے سے صرف الفاظ اور عبارت بدلجاتی ہے اور وہ شئے نہیں بدلتی بلکہ ایک ہی رہتی ہے مثلاً
زید کو تم نے ایک مرتبہ بلفظ زید اعتبار کیا دوسری مرتبہ بلفظ عالم پھر بلفظ کاتب و ضاحک و قائم و قاعد
وغیرہ وغیرہ تو ہر حالت میں وہ زید ہی زید ہے اور کچھ نہیں ہے ان تعینات کو حضرت شیخ اکبر اعیان ثابتہ
اور حقائق ممکنات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکا وجود صرف علم الٰہی کے اندر ہے خارج میں نہیں کیونکہ
اگر خارج میں آجاویں تو جہل باری تعالے لازم آتا ہے پس وجود درحقیقت شئے واحد ہے خارج میں

تکملہ

رسالہ مؤلفہ حضرت مولانا محمد روح رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً ختم ہوگیا جس میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود ہر دو مشرب کو نہایت خوبی اور مناسب تفصیل کے ساتھ رقم فرمایا ہے۔ پس خادم الخدام نے مناسب سمجھا کہ ان چند سطور ذیل میں مسلک صوفیہ کو مختصراً عرض کر دے جس میں ہر دو مشرب وجود و شہود مندرجہ کا لب لباب بھی آجائیگا اور ایک تیسرے مشرب سے بھی اس رسالہ کے مطالعہ فرمانے والوں کو واقفیت ہو جائیگی جس کا ذکر رسالہ ہذا میں نہیں ہے۔ واللہ الموفق وہو یہدی السبیل۔

جاننا چاہیئے کہ دربارۂ توحید حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ تین جماعت پر منقسم کئے جاسکتے ہیں۔ ایک جماعت کا وجدان یہ ہے کہ عالم حق سبحانہ تعالیٰ نے پیدا کرنے اور وجود میں لانے کی وجہ سے خارج میں موجود ہے اور اس میں جو کچھ بھی اوصاف اور کمالات پائے جاتے ہیں وہ سب حق تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کی طرف سے ہیں اور اپنی ہستی کو ایک ایسے دھندلے خاکے سے زیادہ خیال نہیں فرماتے جو دور کے فاصلہ سے کسی شخص پر نظر کرنے سے محسوس ہوا کرتا ہے بلکہ یہ بھی اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ اور دریائے نیستی میں اس شان کے ساتھ گم ہوتے ہیں کہ نہ عالم کی خبر رہتی ہے اور اور نہ اپنی۔ جیسا کہ ایک برہنہ شخص کسی سے مانگ کر لباس پہن لے اور لباس کے ملکِ غیر ہونے اور مانگ کر پہننے کا خیال اُس پر ایسا غلبہ کرے کہ اپنے جسم پر لباس ہونے کا اس کو شعور نہ رہے اور اپنے کو برہنہ ہی سمجھے۔ پھر اگر ایسے شخص کو بے شعوری اور سُکر سے شعور اور صحو حاصل ہو جائے اور فنا کے بعد بقا سے مشرف ہو تو اگرچہ لباس اپنے جسم پر دیکھے مگر اس کا بھی کامل یقین رکھیگا کہ یہ دوسرے ہی کا ہے۔ کیونکہ وہ حالت (جو مشابہ ہے حال فنا کے) اب علم میں مندرج ہے۔ اور جو کچھ تعلق اور وابستگی اس لباس کو اپنا سمجھ کر ہو سکتی تھی اب مطلق نہ رہے گی بالکل اسی طرح یہ بزرگوار اپنی ہستی اور اوصاف و کمالات کو اس جامۂ مستعار کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ یہ وجود اور کمالات وہم کے درجہ میں ہیں خارج میں کچھ موجود نہیں مثل اس برہنہ شخص

کے۔اور اس کیفیت کا غلبہ ہوکر یہ وجود مع جملہ لوازم کالعدم ہو جائیگا پھر بعد اس حالت کرافاقہ کے اور سکر کے زائل ہونے کے جملہ اوصاف کو جو بمنزلہ اس جامہ وہمیہ کے ہیں اپنے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور حق جل شانہ کو صانع اور عالم کو مصنوع سمجھتے اور حقیقت واجب تعالیٰ شانہ اور حقیقت ممکنات کو بالکل جدا جدا جانتے ہیں ماحصل اس مسلک کا ہمہ از وست ہے۔ اسی کو وحدت شہود کہتے ہیں۔

فائدہ مرتبہ وہم سے مراد وہ مرتبہ ہے جس میں نمود بے بود ہوتی ہے جیساکہ صورت زید کی مثلاً آئینہ میں متوہم ہوتی ہے یہ ایک نمود بے بود ہے کہ درحقیقت آئینہ کے اندر یا باہر کوئی شے موجود نہیں اور ایک نمود وہمی سے زیادہ اس نظر آنے والی صورت کا کوئی ثبوت نہیں اور اور کشفِ صحیح سے یہ امر ثابت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کمال قدرت سے عالم کو اسی مرتبہ میں پیدا فرمایا ہے اور اپنی صنعت کاملہ سے اس نمود محض کو بود بخشدی۔اُس مرتبہ کے لحاظ سے اگرچہ عالم ایک نمود بے بود ہے مگر چونکہ اس مرتبہ میں عالم مخلوق ہوا ہے توحق تعالیٰ کی صفت ایجاد نے اس سے متعلق ہوکر اس کو نمود با بود بنادیا۔کیونکہ حق تعالیٰ کی صفت ایجاد بود اور وجود کی مثبت ہے اور جب کہ نمود با بود ہوگئی تو یہ عالم نفس الامری ہوگیا اور احکام اور آثار صادقہ اس پر مترتب ہو گئے اس تقریر سے اہل حق کا مسلک واضح ہوگیا اور اس شبہ کا ابطال ہوگیا کہ یہ مذہب سوفسطائیہ کا ہے کہ وہ عالم کو محض وہمی شے مانتے ہیں اور اس بنا پر جملہ احکام وآثار اور مذاہب کا انکار کرتے ہیں۔

یہ مرتبہ (جس میں عالم کا خلق واقع ہوا ہے) بہ نسبت مرتبہ علم کے مرتبہ خارج سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اور اس مرتبہ کا ثبوت بھی بہ نسبت ثبوت علمی کے ثبوت خارجی سے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ ثبوت علمی جس کو وجود ذہنی بھی کہتے ہیں مقابل ہے وجود خارجی کا۔ اور جو ظہور کہ اس مرتبہ وہم میں ہے وہ بھی شباہت تام ظہور خارجی سے رکھتا ہے کیونکہ مرتبہ علم میں ظہور نہیں ہوتا وہاں تو کامل خفا اور پوشیدگی ہی ہوتی ہے۔

گویا حق تعالیٰ نے مرتبہ خارج کا مرتبہ وہم پر ایک ظل ڈال کر اس مرتبہ میں عالم کو ایجاد فرمادیا اور وجود خارجی کے ظل سے عالم کو خارج کے ظل میں موجود فرمادیا تو نفس خارج کے مرتبہ میں سوائی ایک ذات احدیت جل سلطانہ کے کوئی چیز موجود نہیں ھو الآن کما کان اور ظلّ خارج میں وجود ظلی کے ساتھ عالم اپنے تعدُّد اور کثرت کے ساتھ حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہو گیا اسلئے مرتبہ خارج میں نفس امر وحدت ہے اور ظلِّ خارج میں نفس امر کثرت ہے پس وحدت بھی نفس الامری ہے اور کثرت بھی نفس الامری ہے چونکہ ہر ایک کے اعتبارات مختلف ہیں اسلئے کوئی تضاد نہیں اور جس طرح عالم کیلئے یہ وجود اور خارج ظل ہے اسی طرح اس کی صفات حیوٰۃ علم وقدرت وغیرہا بھی جو اس عالم میں ہیں ظلال ہیں صفات واجبی جل شانہ کے۔ بلکہ عالم کی ثبوت میں جس درجہ نفس الامر کو بیان کیا جاتا ہے وہ بھی ظل ہے مرتبہ خارج کے نفس الامر کا۔

دوسری جماعت کا وجدان یہ ہے کہ عالم خارج میں موجود ہے مگر اس کا وجود ظل ہے۔ وجود حق سبحانہ تعالیٰ کا۔ یہ وجود بطریق اصالت موجود نہیں ہے بلکہ وجود حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ قائم ہے۔ جس طرح سایہ کا وجود اصل شے کے ساتھ قائم ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کا سایہ دراز ہوا اور بالفرض اس نے اپنے کمال قدرت سے اپنی صفات کو بھی اس سایہ میں منعکس کردیا یعنی اس میں علم اور قدرت وارادہ وغیرہ صفات جلوہ گر ہوگئیں یہاں تک کہ اس میں راحت وتکلیف کا احساس بھی پیدا ہو گیا تو اگر وہ سایہ مثلاً آگ پر گر جائے تو جلنے کی تکلیف وہ خود ہی اٹھائیگا مگر اصل جس کا یہ سایہ ہے اس کو یہ تکلیف نہیں پہنچے گی اس طرح جو کچھ بھی افعال ذمیمہ مخلوق سے سرزد ہوتے ہیں ان کو فعل حق نہیں کہا جاسکتا اور جس طرح وہ سایہ اگر اپنے ارادہ سے حرکت کرے گا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شخص بھی حرکت کر رہا ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اثر اسی کی قدرت وارادہ کا ہے یعنی پیدا کیا ہوا اُسی کا ہے اور مسلّم ہے کہ بُری چیز کا خلق (یعنی پیدا کرنا) قبیح نہیں بلکہ بری چیز کا کسب اور فعل قبیح ہے چونکہ یہ بحث معرکۃ الآرا نہیں ہوا اس لئے اسکا

ذکر رسالہ ہذا میں نہیں فرمایا گیا۔

تیسری جماعت باعتبار اپنے وجدان کے قائل ہے وحدت وجود کی یعنی خارج میں صرف ایک ہی موجود ہے اور بس اور وہ ذات حق سبحانہ کی ہے اور عالم کا خارج میں اصلاً کوئی تحقق نہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ تفرّد ذاتی یعنی تنزّہ از وجود غیر حق تعالیٰ کی صفت ازلی اور قدیم ہے۔ کان اللہ ولم یکن معہٗ شیٔ اور ذات وصفات حق جل شانہ میں تبدّل اور تغیّر ممکن نہیں فھوالآن کما کان وکما کان الآن ۔ پس اگر وجودِ غیر اور ذاتِ ثانی ثابت ہوگی تو صفت تفرّدِ ذاتی میں تبدُّل وتغیُّر لازم آئیگا جو ممکن نہیں ہے۔ (تقریر سابق سے جواب سمجھ میں آجائے گا) یہ جماعت بھی عالم کو حق سبحانہ تعالیٰ کے ظلال ہی کہتی ہے مثل دوسری جماعت کے مگر وجود ظلّی کو صرف حس کے درجہ میں سمجھتی ہے اور نفس الامر اور خارج میں عدم محض خیال کرتی ہے جیسا کہ آئینہ میں کسی چیز کا عکس حس کے درجہ میں ایک وجود ہوتا ہے مگر باعتبارِ حقیقت بے بود ہے یہ حضرات ظلال کے پردہ میں ہر صفت سے متصف اسی ذات کو سمجھتے ہیں ان کا مقولہ ہے ؎

خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا

آئینہ رسمے نہادی خود بااظہار آمدی

اس مسلک کو وحدت الوجود کہتے ہیں جس کا بیان ابتدا رسالہ ہذا میں مناسب وضاحت کے ساتھ موجود ہے مزید تشریح کی حاجت نہیں ؎

اے برتر از خیال وقیاس و گمان ووہم	وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم وخواندہ ایم
عمرے تمام گشت وبپایاں رسید عمر	ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ○

تبصرہ

واضح ہو کہ حقائق ممکنات اور تکوین عالم کے متعلق حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی معرفت مختلف ہے جو رسالہ ہذا کے مطالعہ سے واضح ہے حضرت شیخ اکبرؒ نے حضرتِ وجود کیلئے تنزلات تسلیم کئے ہیں جن کا ذکر رسالہ ہذا کے شروع میں فرمایا گیا ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کو تسلیم نہیں فرماتے۔ تکوین عالم کے بارہ میں آپ کی معرفت اگرچہ ایک حد تک تکملہ میں بذیل تشریح وحدۃ الشہود تحریر کردی گئی ہے مگر مسلک کی کافی وضاحت کے لئے رسالہ ہذا کی جامعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ جس طرح ابتدائے رسالہ میں شیخ اکبر کے نظریات تکوین عالم کے متعلق رقم فرمائے گئے ہیں اسی طرح حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت بھی موضح کردی جائے۔ اس کے مطالعہ کے بعد انشاءاللہ اس مکتوب شریف کے مطالعہ پر بھی بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ جس کا انتخاب درج رسالہ ہے۔ حضرت امام ربانی قدسنا اللہ سرہ العزیز بعض مکاتیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ممکنات کا وجود اور پیدائش و نمود مرتبۂ وہم[۵] میں واقع ہوئی ہے جس کو استحکام عطا فرمایا گیا حدیث میں ہے کان اللہ ولم یکن معہ شئ

یعنی اللہ موجود تھا اور اس کی ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ جب حق جل سلطانہ نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر فرمائے تو اسماء الٰہی میں سے ہر اسم نے کسی مظہر میں ظہور فرمانا چاہا تاکہ اُس کے کمالات اُس مظہر میں جلوہ گر ہوں۔ اور وجود اور اس کے توابع (یعنی صفات و شیون) کے لئے مظہر بننے کے قابل عدم ہی ہو سکتا ہے اس لئے کہ مظہر اور آئینہ مقابل اور مبائن ہی ہوتا ہے۔ چونکہ عدم مقابل اور مبائن ہے وجود کا اس لئے مظہریت کے لئے موزوں ہوا۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کمال قدرت سے عالم عدم میں اپنے اسماء میں سے

---

[۵] اس کی تشریح تکملہ میں تحریر کی گئی ہے ۱۲ منہ

ہر اسم کیلئے ایک مظہر متعین فرمایا اور اس مظہر کو حس اور وہم کے مرتبہ میں جب اور جس طرح چاہا پیدا فرما دیا اور معاملۂ ابدی اس کے ساتھ مربوط فرمایا۔ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عالم کا ثبوت وہم اور حس کے مرتبہ میں مانا گیا ہے مرتبۂ خارج میں نہیں تو یہ اشکال وارد نہ ہوگا کہ ثبوت اور عدم میں منافات ہے اسلئے ان کا جمع ہونا محالات میں سے ہے کیونکہ منافات ثبوت خارجی اور عدم خارجی میں ہے اور ہم عدم خارجی اور ثبوت وہمی کے جمع ہونے کے قائل ہیں جن میں منافات نہیں ۔اسی مرتبہ میں مظاہر درجۂ ثبوت میں آئے اور حق تعالیٰ کے کمال قدرت کی بناء پر مثل ثبوت خارجی کے ان کو استحکام میسر ہوا اور اسی مرتبہ میں بطریق انعکاس او ظلیت کے صفات حی۔ عالم۔ قادر۔ دانا۔ بینا۔ شنوا وغیرہ سے متصف ہوئے۔ اور مرتبہ خارج حقیقی میں ان کا کوئی نام ونشان ہی نہیں اور بجز ذات جل سلطانہ کے کوئی چیز ثابت اور موجود نہیں یہی معنی ہیں الآن کما کان کے کہ وہ جیسا پہلے تھا اب بھی ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک لکڑی کے سرے کو آگ سے روشن کر کے اگر گھمایا جائے تو ایک دائرہ محسوس ہوگا جس کا ثبوت درجہ وہم اور حس میں ہوگا جس کا خارج میں کوئی نام ونشان نہیں اس مرتبہ میں تو صرف ایک نقطہ ہی کا وجود ہے اور باوجود (باعتبار حقیقت) معدوم ہونے کے وہ دائرہ بطریق ظلیت کے چمک اور روشنی کی صفت سے موصوف ہے۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ ممکنات کی حقائق عدمات ہیں جو علم الٰہی کے خانہ میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہوئے اور پھر حق تعالیٰ کے کمال صنع سے دوسری مرتبہ حس اور وہم کے مرتبہ میں ثابت ہو گئے جو بطریق ظلیت اسی مرتبہ میں اسماء الٰہی کے مظاہر اور آئینہ بن گئے۔

والسلام فالحمد للہ رب العلمین ۝ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم

فہرست کتب مؤلفہ حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

تعلیمات رحیمی اوراد واذکار سلسلہ قادریہ مجددیہ غفوریہ رحیمیہ میں بزبان اردو بینظیر کتاب ہے۔ ---- مفت

قطرات ترجمہ اردو ہمعات۔ از حضرت شاہ ولی اللہ رح مفت

التوحید ---------- مفت

حجۃ الحق ---------- مفت

الختم الکامل جسکا ذکر صفحہ ۱۳ رسالہ ہذا میں تحریر ہوا مفت

یہ تمام کتابیں اس پتہ سے طلب کیجئے۔ خادم سلسلہ نظام الدین قادری تنکا پوری مارکیٹ کمرہ ۶ بندر روڈ کراچی

نوٹ:۔ کوئی صاحب ان کتابوں کی قیمت لینے کی کوشش نہ کریں۔



*Whatsapp:03353898698